خواتین کو رسول اللہ ﷺ
کی پچاس ۵۰ نصیحتیں

خواتین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پچاس ۵۰ نصیحتیں

اردو ترجمہ

۵۰ وصیۃ من وصایا الرسول صلی اللہ علیہ وسلم للنساء

مصنف

الشیخ أحمد جاد

مترجم:

ابن سرور محمد اویس

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون ۳۵۱۲۲۸۳

کتاب: خواتین کو رسول اللہ ﷺ کی پچاس نصیحتیں
اردو ترجمہ: ۵۰ وصیة من وصایا الرسول للنساء
مؤلف: الشیخ احمد جاد
مترجم: مولانا محمد اویس صاحب
باہتمام: محمد ناظم اشرف
ناشر: بیت العلوم۔۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
فون: ۷۳۵۲۴۸۳

ملنے کے پتے

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر۱۴
ادارۃ القرآن = اردو بازار کراچی
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

﴿فہرست﴾

﴿تقریظ﴾

(مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

(استاذ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور)

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام من لانبی بعده!

فضیلۃ الشیخ احمد جاد مصری کی تصنیف **"خمسون وصية من وصايا الرسول للنساء"** اور عزیزم ابن سرور محمد اویس کے ہاتھوں اس کا ترجمہ "خواتین کو رسول اللہ ﷺ کی پچاس نصیحتیں" میرے سامنے ہیں، اردو مسودہ کو میں نے مختلف مقامات سے پڑھا، دل بہت خوش ہوا۔

آج مغربی دنیا کے غلط پراپیگنڈہ اور آزادی نسواں کے پرفریب نعرہ سے امت کو گمراہ کرنے کی جو سازش تیار کی ہے، اس کتاب میں اس کا توڑ اور اس کے ساتھ ساتھ بہت سے سوالون کا جواب مل جاتا ہے، اور اسلام نے خواتین کو جو حقوق عطا کئے ہیں وہ بھی معلوم ہوتے ہیں۔

حقیقت پسندی اور غیر جانبداری سے مطالبہ کرنے والا شخص بے ساختہ یہ الفاظ کہنے پر مجبور ہوگا کہ روئے زمین پر خواتین کو جو حقوق اسلام نے دیئے ہیں، اس کی مثال نہیں ملتی۔

اس کتاب کے مقدمہ میں عورت قبل از اسلام اور بعد از اسلام کے واقعات نے آنکھیں کھول دی ہیں کہ اللہ جل شانہ نے ایمان کی عظیم دولت عطا فرمائی ہے کہ جس نے عورت کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر گھر کی مالکہ بنا دیا ہے، میں اس کتاب کے انتخاب پر عزیزم مولوی ناظم اشرف صاحب مدیر بیت العلوم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ یہ انتخاب وقت کی اہم ضرورت کو پورا کرے گا۔ میری خواہش ہے کہ یہ کتاب بنات کے مدارس کے تعلیمی نصاب میں شامل ہو، وگرنہ کم از کم مطالعاتی کتب میں ضرور شامل ہونی چاہئے۔

میں جامعہ اشرفیہ کے ہونہار متعلم محمد اویس سلمہ کو اس عظیم کاوش پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور یہ دعا دیتا ہوں:

"اللهم فقه فی الدين و علمه التاويل"

قارئین سے درخواست ہے کہ احقر کے حسن خاتمہ اور اہل وعیال کے عافیت دارین کے لئے دعا فرما کر احسان کریں۔

محتاج: حافظ فضل الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿تقریظ﴾

حضرت مولانا فیاض الدین صاحب دامت برکاتہم

نحمدہ ونصلی علیہ رسولہ الکریم۔ اما بعد!

دور حاضر میں مسلمان خواتین کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے تسلسل کے ساتھ جاری ہیں بلکہ اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، کہیں بسنت میلہ کے نام پر اور کہیں مخلوط دوڑ کے ذریعے خواتین کو سڑکوں پر لاکر اسلامی اقدار اور مشرقی روایات سے بغاوت پر اکسایا جا رہا ہے۔ ان حالات میں مسلمان خواتین کو ان کی دینی اور مذہبی ذمہ داریاں یاد دلانے کی اشد ضرورت ہے اور ان کو باور کرانے کی ضرورت ہے کہ ہماری کامیابی کا راز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے نہ کہ سڑکوں پر دوڑ لگانے میں۔

عزیزم محمد اویس سلمہ اور جامعہ کے ہونہار طلباء میں سے ہیں، لکھت پڑھت سے شغف رکھتے ہیں۔ احمد جاد صاحب کی عربی کتاب کو اردو میں منتقل کر کے وقت کی اس اہم ضرورت کی تکمیل کی ہے تاکہ اردو خوان خواتین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان وصیتوں سے استفادہ کر کے اپنا دین اور دنیا دونوں سنواریں۔ اللہ رب العزت اس طالب علم کی کاوش کو برکت اور قبولیت سے نوازے۔

آمین یارب العالمین

دعا گو

فیاض الدین

﴿تقریظ﴾

(حضرت مولانا مفتی احمد علی صاحب دامت برکاتہم)

فقیر نے عزیزم ابن سرور محمد اویس کی مترجم کتاب ''خواتین کو رسول اللہ ﷺ کی پچاس نصیحتیں'' کو دیکھا، ماشاء اللہ دل بڑا خوش ہوا، اللہ تعالیٰ عزیزم کی اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور عزیزم کو فقیر کی نجات کا ذریعہ بنائے، آمین

نیز احقر کی ایک گذارش ہے کہ ہر ساتھی کو چاہئے کہ اپنے گھر میں اس کتاب کو پڑھ کر اپنی خواتین کو اس بات کی تلقین کرے کہ حضور ﷺ کی ان نصیحتوں پر عمل کریں، ان شاء اللہ خواتین کی اصلاح کے لئے یہ کتاب بڑی مفید ثابت ہوگی۔

فقیر احمد علی عفی عنہ

جامعہ اشرفیہ لاہور

﴿مقدمہ﴾

﴿ان الحمد للّٰه، نحمده و نستعينه و نستغفره، و نعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا و سيئات اعمالنا من يهده اللّٰه فلا مضل له، و من يضلل فلاهادى له واشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله
يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَ نِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا٥﴾[1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو کفر کی تاریکیوں سے اسلام کی روشنی میں نکال لائیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی ہدایت عطا کرنے والی کتاب اتاری کہ باطل نہ اس کے آگے سے شامل ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے، اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس کتاب عظیم کی تبلیغ کا حکم دیا اور فرمایا:

---

[1] اس خطبہ کو "خطبہ حاجت" کہتے ہیں اور حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کی تعلیم ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنے کلام کے شروع میں یہ خطبہ پڑھا کریں۔

﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ (المائدہ:۶۷)

''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کر دیجئے، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔''

اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس بات کا مکلف بنایا کہ وہ اپنے قول اور فعل سے اس کتاب کے مضامین کی وضاحت کریں، لہٰذا فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ﴾ (النحل: ۴۴)

''اور ہم نے آپ کی طرف سراپا ذکر (قرآن مجید) نازل کیا، تا کہ آپ لوگوں کے لئے ان تعلیمات کی وضاحت کر دیں جو ان کی طرف نازل کی گئی تا کہ وہ غور و فکر کریں''

ایک اور مقام پر اس مقصد بعثت کو ان الفاظ میں آشکارا کیا گیا:

﴿وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾

(النحل:۶۴)

''اور ہم نے آپ پر کتاب صرف اس غرض سے نازل کی کہ آپ لوگوں کے لئے ان باتوں کو واضح کریں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اور یہ کتاب ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے''

اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو اس تبلیغ اور احکامات الٰہیہ کی وضاحت میں غلطی سے محفوظ کر دیا پس حضور ﷺ اس سلسلہ میں جو بھی فعل سرانجام دیں گے وہ اللہ عزوجل کی طرف سے وحی کردہ ہوگا، اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان

فرمایا:

﴿وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

(النجم: ۳،۴)

”وہ اپنی خواہش کے مطابق کوئی بات نہیں کرتے بلکہ ان کا ہر قول اللہ کی طرف سے وحی کردہ ہوتا ہے۔“

اسی وجہ سے حضور اقدس ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور حضور ﷺ کی اتباع اللہ تعالیٰ کے اوامر کی بجا آوری سے عبارت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ (النساء: ۸۰)

”جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو کوئی روگردانی کرے تو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔“

اور حضور ﷺ کی سنت سے اعراض کرنا اللہ کی وحی اور شریعت سے اعراض کرنا ہے اور ایمان سے نکلنے کے قائم مقام ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ۶۵)

”سو تیرے رب کی قسم، یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک اپنے اختلاف میں تجھے منصف نہ مان لیں، پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کر لیں“

حمد وصلوۃ کے بعد!

ہر زمانے میں گمراہی کی دعوت دینے والے اور باطل کی حفاظت کرنے والے

موجود رہے، اور بے دینی کو فروغ دینے والے بدد گار عناصر بھی ہر دور میں پائے گئے' جو ہر قیمتی و مہنگی چیز کو اس راستہ میں خرچ کرتے رہے اور باطل کی مدد کے لئے اپنی ہر مملوکہ چیز کی قربانی دیتے رہے۔

موجودہ زمانہ میں اور خاص طور پر انیسویں صدی کی ابتداء میں عالم اسلام میں مختلف گمراہ کن تحریکوں نے سر اٹھایا جن کے منتظمین اس گمان میں مبتلا تھے کہ یہ اصلاحی تحریکیں ہیں جو 'آزادی نسواں' کا مطالبہ کرتیں اور اس بات کا ڈھنڈورا پیٹتیں کہ عورت کو اس کے حقوق ادا کئے جائیں ...... درحقیقت یہ لوگ گمراہی اور فساد کے پھیلانے والے اور اس کی دعوت دینے والے تھے اور فسق و فجور اور مستی و عیاشی کو رواج دینے والے ثابت ہوئے، ان کا مقصود عورت کو اس کے دین سے خارج کرنا اور اعلیٰ اخلاق سے آزاد کرنا تھا...... یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے عورت کو اس کے کپڑوں سے آزاد کر دیا......!!!

لیکن یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حق کے سپاہی اور اس کے مددگار باطل تحریکوں اور اہل باطل کی گھات میں لگے رہے اور ان کا مقصود اس دین عظیم کی حفاظت و نگرانی اور مسلمان مردوں و عورتوں کے دلوں میں اس کی پاسداری ہے۔

اس سلسلہ میں دعوت اسلامیہ کے پر شکوہ محل کی عمارت میں ہم بھی ایک اینٹ رکھتے ہیں اور ہر مسلمان مرد و عورت کے دل میں اس کی حفاظت کا بیڑا اٹھانے کے سلسلہ میں حصہ لیتے ہے، اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کو خالص اور بھلائی والا بنالے۔

اسلام سے پہلے عورت کی حالت

اسلام سے پہلے عورت ایک بے قیمت، معمولی اور بے حیثیت چیز تھی جس کی نہ کوئی قیمت تھی نہ کوئی قدر...... نہ صرف جزیرہ عرب میں...... بلکہ پوری دنیا میں یہی حال تھا (ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں)

(۱) براعظم امریکہ اور خاص طور پر بولیاتی قبائل میں نوجوان لڑکی کو ذبح کر کے اس

کے اعضاء کو کھیت کی ان نالیوں میں پھیلا کر پھینک دیا جاتا جو بیج ڈالنے کے لئے اس میں بنی ہوتی تھی، اور یہ عمل وہ قربانی کے طور پر کیا کرتے تھے۔

(۲) ازتک[۱] قوم کے لوگ اس نوجوان لڑکی کا سر کاٹ دیا کرتے تھے جو مکئی کا پھل پکنے کے موسم میں پھل لگنے کی خبر دیتی، اسی طرح وہ لوگ موسم کے آخر میں ایک بوڑھی عورت کا بھی سر کاٹ ڈالتے پھر قبیلہ کے کاہن کے اوڑھنے کے لئے اس کی کھال اتار دیتے تھے۔

(۳) یونانی لوگ عورت کو اس نگاہ سے دیکھتے کہ وہ سراپائے شر ہے جو معبودوں کی طرف سے مقرر کردہ ہے اور عورت نحوست اور بدبختی کو اپنے حسن ظاہری کے فریب میں چھپائے ہوئے ہیں۔

(۴) ہالینڈ اور خاص طور پر اس کے شہر ''ایڈنبرگ'' کی حالت یہ ہے کہ چودھویں صدی عیسوی میں مقرر کردہ ایک قانون کا نسخہ دریافت ہوا، جس میں تحریر تھا:

''خاوند کا حق ہے کہ وہ عورت کو مارے اور اس کی کھال کو نیچے سے اوپر تک چیرے، پھر اپنے پاؤں اس کے خون سے پراگندہ کرے اور اس کے بعد اس کو ٹانکے لگائے تو اس پر کوئی الزام نہیں، اور عورت ہمیشہ زندگی کی قید میں رہے......!!''

(۵) تعریف شدہ یہودی مذہب میں مذکور ہے کہ حواء علیہا السلام مشقت اور بدبختی کا سبب تھیں اور وہی آدم علیہ السلام کے جنت سے نکلنے اور زمین میں حاصل ہونے والی بدبختی کا باعث تھیں۔

مزید یہ بھی لکھا ہے کہ:

---

[۱] ازتک (Azteques) قبائل من هنود المکسیک استوطنوا وادی مکسیکو واسسوا امبر طوریه واسعة ۱۳۲۵ - ۱۵۲۱ کانت لهم حضارة غنیه و نظم سیاسیة متقدمه و تراث ثقافی وفنی هنی علیهم الفاتح الاسبانی کورتس بشراسة وحشیة

''بیوی کا سارا مال خاوند کی ملکیت ہے اور عورت کا حق صرف اسی مال پر ہے جو شادی کے وقت اسے بطور مہر کے ملا اور خاوند کی موت کے بعد اس سے وہ بھی لے لیا جائے گا، اسی طرح اگر طلاق ہوئی اور فرقت واقع ہوگئی تو وہ مہر واپس کرنا پڑے گا، لہٰذا ہر وہ مال جسے عورت اپنی محنت وکوشش سے کمائے یا اسے شادی کے وقت جو چیز ہدیہ میں ملے تو یہ سارا مال خاوند کے لئے ملک حلال ہوگا، اور وہ جیسے چاہے بغیر کسی روک ٹوک کے اس میں تصرف کرے''

(٦) تحریف شدہ عیسائیت کا موقف بھی یہودیت سے مختلف نہیں، لہٰذا اسے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں [1]

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام نے اپنی آمد کے ساتھ ہی عورت کو اس کے تمام چھینے گئے حقوق عطا کئے اور اس سے ان تمام زیادتیوں اور مصیبتوں کو دور کیا جو وہ اسلام سے پہلے برداشت کیا کرتی تھی۔

اسلام نے مرد اور عورت کو تمام حقوق و واجبات میں مساوات فراہم کی اور ایک جنس کو دوسری پر صرف تقویٰ اور عمل صالح کی بنا پر فضیلت عطا کی۔

اور یہ حکم قرآن میں واضح اور ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَ الْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَ الصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ

---

[1] ہندو مذہب میں عورت کی حیثیت کو جس قدر گرایا گیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، ان کی مقدس مذہبی کتاب ''رگ وید'' میں لکھا ہے: ''کسی عورت سے مستقل محبت نہیں ہوسکتی، عورت دھوکہ باز ہے، ہر عورت کی عصمت مشتبہ ہے، عورت عقل سے خالی ہے نیز عورت کا کوئی حق واحترام نہیں۔'' (مترجم)

وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصَّآئِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

(الاحزاب: ۳۵)

ترجمہ: ’’بلا شبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں، سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور ان کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور بہت ذکر کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے‘‘

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَّجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾

(الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: ’’اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔‘‘

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰماً وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَا اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیاً یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ ○ فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھَارُ ثَوَاباً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾

(آل عمران: ۱۹۱-۱۹۵)

ترجمہ: ’’وہ لوگ جو اللہ کو کھڑے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے رب، تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو سب عیبوں سے پاک ہے، سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، اے رب ہمارے جسے تو نے دوزخ میں داخل کیا سو تو نے اسے رسوا کیا، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا، اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ سو

ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب، اب ہمارے گناہ بخش دے، اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے، اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے، ہمارے رب ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کی کہ میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کا کام ضائع نہیں کرتا خواہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کا جز ہو، پھر جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے البتہ میں ان سے ان کی برائیاں دور کروں گا اور انہیں باغات میں داخل کروں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (النحل:۹۷)

ترجمہ: "جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت، اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے اور ان کا حق انہیں بدلہ میں دیں گے، ان کے اچھے کاموں کے عوض میں جو وہ کرتے تھے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا

یُجْزَبِہٖ وَ لا یَجِدْلَہٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلا نَصِیْرًا o وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُوْلٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا﴾

(النساء: ۱۲۳، ۱۲۴)

ترجمہ: ’’نہ تمہاری امیدوں پر مدار ہے نہ اہل کتاب کی امیدوں پر، جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا دی جائے گی اور اللہ کے سوا اپنا کوئی مددگار اور حمایتی نہ پائے گا۔ اور کوئی اچھے کام کرے گا مرد ہے یا عورت اس حال میں کہ وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کے شگاف کے برابر بھی ظلم نہیں کئے جائیں گے۔‘‘

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ o وَعَدَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَمَسٰکِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (التوبہ: ۷۱، ۷۲)

ترجمہ: ’’اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، نیک کا حکم کرتے ہیں، اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا، بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے، اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کیا ہے، جن کے

نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور عمدہ مکانات اور ہمیشگی کے باغوں میں، اور اللہ کی رضا ان سب سے بڑی ہے، یہی وہ بڑی کامیابی ہے۔"

آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ اسلام نے کس زبردست انداز میں مرد اور عورت کو قواعد عامہ، حقوق اور واجبات میں مساوات اور برابری عطا کی ہے۔

البتہ بعض احکام میں مرد وعورت کے درمیان جو تفریق آئی ہے وہ ان کے مزاج اور ان کی فطری طبیعت کو سامنے رکھتے ہوئے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ○ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ○ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى ○ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ○﴾ (الليل: ۱۔۴)

ترجمہ: "قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے اور قسم ہے دن کی جب وہ خوب روشن ہو جائے اور قسم ہے مرد وعورت کو پیدا کرنے والے کی کہ بے شک تمہاری کوششیں مختلف ہیں"

ایک مقام پر فرمایا:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾

(النساء: ۳۴)

ترجمہ: "مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس واسطہ سے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اور اس واسطہ سے کہ انہوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں پھر جو عورتیں نیک ہیں وہ تابعدار ہیں مردوں کی پیٹھ

پیچھے' اللہ کی نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں، اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خطرہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور سونے میں جدا کر دو اور مارو پھر اگر تمہارا کہا مان لیں تو ان پر الزام لگانے کے لئے بہانے مت تلاش کرو، بے شک اللہ تعالیٰ سب سے اوپر بڑا ہے۔''

اسلام کا مرد اور عورت میں باہمی تفریق کرنا اور مرد کی برتری اور اس کے ساتھ ساتھ ایک نوع کی دوسری پر فضیلت عورت کے حقوق کو دبانے اور اس کے ساتھ بدسلوکی کے طور پر نہیں جیسا کہ فتنہ باز لوگ اس بات کو پھیلا رہے ہیں، لیکن میں اس موقع پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس مقام میں اسلام کے خلاف سازش کرنے والوں کے مقابلہ میں اسلام کا دفاع نہیں کر رہا کیونکہ اسلام تو اس سے بے نیاز ہے اور اس پر تو اس سلسلہ میں کوئی الزام ہی نہیں کہ ہم اسلام کا دفاع کریں۔

علاوہ ازیں یہ اسلوب جس میں اسلام کو الزامات اور تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور جس کی اتباع اسلام کے دشمن کر رہے ہیں یہ ایسا خبیث اسلوب ہے جس پر دشمنان اسلام ایک عرصہ سے قائم ہیں یہاں تک کہ انہوں نے اسلام کو ہمیشہ دفاعی حیثیت میں رکھا اور امت کے علماء کو ان کے مقاصد پورا کرنے سے غافل کر دیا اور انہیں دعوت واصلاح کا موقع ہی نہ دیا۔

اسلام کا موقف عورت کی سربلندی کے بارے میں سورج کی طرح واضح ہے جس کا انکار صرف وہ شخص کر سکتا جو سر پھرا ہو یا اس کو اندھا پن لاحق ہو:

﴿فَاِنَّهَا لاَ تَعْمَى الاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ﴾ (الحج: ۴۶)

''حقیقت میں آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ اندھے تو دل ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں اس موقع پر ایک ایسی تمہید اور پیش لفظ بیان کروں

جو عورت کی عظمت اور اسلام میں اس کے مقام و مرتبہ کے بیان پر مشتمل ہو، اور اس کی غرض ادھر ادھر سے بلند ہونے والے نعروں اور سنائی دینے والی چیخوں سے اپنی مسلمان بہنوں اور بیٹیوں کی حفاظت ہے، تاکہ وہ اس طوفان کی تیز موجوں میں بہہ نہ جائیں اور شریعت سے دور نہ ہو جائیں اور قیمتی عادات اور اخلاق اسلامیہ سے خالی نہ ہو جائیں اور یہ گمان کرتے ہوئے کہ اسلام نے عورت کے مرتبہ کو گھٹایا ہے اور اس کے مرتبہ کو گرایا ہے وہ ان رسیوں کو نہ کاٹ ڈالیں جو انہیں دین سے مربوط کرنے کا ذریعہ ہیں، اور کہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ عورت اپنے مقام اور حقوق کو حاصل کرلے۔

میں اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ عورت پر گزشتہ زمانوں میں ظلم و زیادتی ہوتی رہی جیسے "دولت فاطمیہ"، "مملوکیت" اور "سلطنت عثمانیہ" کے زمانے میں، اور غم کا مقام یہ ہے کہ یہ ظلم بعض اوقات دین داری کا نام لے کر کیا گیا جس کا عورتوں کے دلوں پر بہت گہرا منفی اثر پڑا ہے۔

اس اثنا میں عورت کو علم کی مجالس میں حاضر ہونے، مسجد میں جانے اور علم سیکھنے سے روک دیا گیا۔ جیسا کہ ہمارے شیخ محمد غزالیؒ فرماتے ہیں: گھر میں قید رہنے والوں کو دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں (۱) جہالت (۲) فقر۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ.

تربیت نسواں کی ضرورت واہمیت

جبکہ اسلام نے عورت پر بہت زیادہ مہربانی کی اور اس پر احسان کیا...... ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایسی عورتوں کو پاتے ہیں جو دین کی معرفت رکھتی تھیں، اور ایسی عورتیں بھی تھیں جو دین میں تفقہ کی حامل تھیں، اور ایسی عورتیں بھی تھیں جو روایت حدیث کرتی تھیں، اور ایسی عورتیں بھی تھیں جو جہاد کے میدان میں زخمی مسلمانوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ گویا کہ وہ منظر میرے سامنے ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم سے ان کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے بعد واپس لوٹتے ہی اسلام اور مسلمانوں کے حالات کے بارے میں سوال کر رہی ہیں، اور ان سے نازل ہونے والی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات کی معرفت حاصل کر رہی ہیں۔

لیکن جب اس عمل سے ان کو سیرابی نہ ہوئی تو وہ بے چین ہو کر خود ''دار ارقم'' پہنچیں اور آیات واحادیث کو خود اپنے کانوں سے سنا۔

حضرت اسماء انہی اعمال کی* وجہ سے اس بات پر قادر ہوئیں کہ ان کے ہاں ایسے بیٹے پیدا ہوئے جو دین کے تقاضوں اور اپنی ذمہ داریوں کی مکمل سمجھ بوجھ رکھتے تھے، اور حضرت اسماءؓ کیلئے بطور فخر کے یہ بات کافی ہے کہ ان کے بیٹوں میں عبداللہ بن زبیر اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شامل ہیں جو مدینہ کے بڑے فقہاء میں سے تھے۔

درحقیقت عمدہ راہنمائی کرنے والی پختہ تربیت ہر طرح کی بیداری کی پہلی ضمانت ہے، اور گھر اس تربیت کا پہلا مدرسہ ہے۔

اور جب عورت عقل وسمجھ اور دل ونگاہ سے خالی ہو، نہ اس نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی ہو اور نہ مسجد میں عبادت کی ہو تو یہ گم شدہ تربیت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔

کوئی معاشرہ اس وقت تک درستگی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا جب تک ان کے نزدیک عورت محض ایک ایسا جاندار ہو جو کھانے پینے اور سامان وغیرہ کی عمدگی کو جانتی ہو، یقیناً عمدہ تربیت اور پختہ عادات کا فقدان تربیت کے وسائل میں ہولناک ٹیڑھا پن پیدا کر دیتا ہے اور تربیت کو بگاڑنے میں سب سے پہلی چیز فاسد العقل اور دین سے غافل عورت ہے، اور ایسا گھر جو اس عمدہ تربیت سے خالی اور تہی دامن ہو۔

حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مسجد میں نماز تراویح ادا کیا کرتی تھیں اور اسلام کی مدد اور بڑے مسائل و حالات مین امام وقت سے بیعت کیا کرتی تھیں۔

ہمارے بچے اب کہاں سے تربیت حاصل کریں جبکہ عورتوں کی موجودہ حالت سب کے سامنے ہے؟

رحمتِ عالم ﷺ نے عورتوں کو ہر طرح کی تعلیم حتیٰ کہ کتابت سکھانے پر ابھارا اور اس کی ترغیب دی، اور مسلمانوں کو عورتوں پر مہربانی کرنے کا حکم انتہائی اہتمام کے ساتھ فرمایا اور یوں لب کشائی فرمائی: ''جس آدمی کے پاس کوئی چھوٹی باندی ہو، وہ اس کو عمدہ تعلیم دے اور بہترین آداب سکھائے اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کر

لے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔" (نظرية التربية فی القرآن)

انصاری عورتیں دین کا علم سیکھنے کے لئے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھیں۔ حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ انصاری عورتوں پر رحم فرمائے کیونکہ وہ دین کا علم حاصل کرتی ہیں۔" (بخاری)

حضور انور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ مدینہ میں مسجد نبوی میں تشریف فرما ہو کر صحابہ کرام کو تعلیم دیا کرتے تھے تو عورتوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! مرد آپ سے ملاقات میں ہم سے آگے بڑھ گئے، آپ ہمارے لئے اپنا ایک دن مقرر کر دیجئے۔"

عہد نبویؐ میں عورتیں بعض اجتماعی مواقع میں حاضر ہوا کرتی تھیں جیسے جمعہ اور عیدین کی نمازیں اور حج وغیرہ میں ان کی شمولیت ہوا کرتی تھی اور عورتوں کو علم سیکھنے، مسائل سمجھنے اور اسلام کی مدد میں شرکت کرنے کی شدید حرص ہوا کرتی تھی، بلکہ وہ شریعت کے معاملہ میں کسی غلطی وکوتاہی کو برداشت نہ کرتی تھیں۔

عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ابی اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ایک عورت آئی اور کہنے لگی: میں نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے (لہٰذا ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں) لہٰذا ان دونوں کے درمیان تفریق ہوگئی۔ (بخاری)

ایک ہم عصر محقق فرماتے ہیں:

"دعوت جدیدہ (حضور ﷺ کی دعوت اسلامی) میں عورت اس راہ پر نہ تھی جس نہج پر وہ زمانہ جاہلیت میں تھی، بلکہ اس میں علوم سیکھنے اور پھیلانے بالخصوص عورتوں اور ازدواجی زندگی کے متعلق احکامات سیکھنے کا ولولہ تھا، اور صحابی اپنی بیوی کو خاص امور میں مسئلہ دریافت کرنے کے لئے حضور ﷺ کے پاس بھیجا کرتے تھے ایک صحابی کو اس بات سے بہت دکھ ہوا کہ انہوں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا، لہٰذا دریافت کرنے کے لئے اپنی بیوی کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا۔" (دراسات فی علوم الحدیث، ڈاکٹر

اسماعیل سالم رحمۃ اللہ علیہ)

یہ ہے اسلام میں عورت کا مقام اور یہ ہے سیرت محمدیہ مطہرہ کے سایہ میں عورت کا اعزاز۔ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ پر افضل ترین رحمت اور کامل ترین سلامتی فرمائے اور حضور ﷺ کی ازواج مطہرہ اور تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنی رضا کا پروانہ عطا کرے۔

اے میری پیاری بہنوں! دین مستقیم اور ازواج مطہرات اور ان صحابیات کی سیرت کو اختیار کرلو جو مرتبہ کے اعتبار سے بلند، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والی اور کئی صدیوں کے بیت جانے کے بعد بھی فضیلت کی حامل ہیں، اگر تم ایسا کروگی تو ایک بیدار قوم کی تخلیق میں حصہ دار بنوگی...... ایسی قوم جو امت کو اس کی چھینی ہوئی عزت ومرتبہ دلوائے گی اور اس سے ذلت ورسوائی کے لباس کو اتارے گی...... ایسی قوم جو اس کا چھینا ہوا مقام واپس کرے گی اور اسلام کے پرچم کو لہلہا کر بلند کرے گی............ زمین کے ہر خطہ میں............ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے:

﴿وَ عَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُوْ نَنِيْ لا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَّ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾

(النور: ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے کہ انہیں ضرور زمین کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ اس نے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لئے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کردے گا، اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا' بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں

اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں' اور جو اس کے بعد ناشکری کرے، وہی فاسق لوگ ہوں گے۔"

اور ہم نے اپنی کتاب میں اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ ہم اپنی بیٹوں اور بہنوں کو ایک ایسا عمل پیش کریں جس میں کسی کی تقلید و پیروی نہیں کی گئی، ایسا عمل جو ایمان والی عورت کو ایسا زادراہ اور سامان سفر مہیا کرے جس کی وہ اپنے رب کے راستہ میں محتاج ہے، اور امام المرسلین اور خیر الانبیاء محمد ﷺ سے حاصل کردہ زادِراہ سے زیادہ نفع بخش کوئی چیز نہیں۔

اے میری اچھی بہن! میں نے اپنی اس کتاب میں پوری کوشش کی ہے کہ یہ آپ کے لئے پوری طرح مفید ہو، میں نے اسے پہلے لوگوں کی ان کتابوں کی طرح نہیں بنایا جو محض احادیث کے مجموعہ کے ذکر پر اکتفا کرتے تھے، بلکہ اس بات کو ترجیح دی کہ میں ہر حدیث کے ساتھ ایسی آسان تشریح اور وضاحت پیش کروں جو میرے بس میں ہے، جیسے کہ ابن حجر عسقلانیؒ کی فتح الباری، امام نووی کی شرح مسلم، امام خطابیؒ کی معالم السنن، امام مبارکپوری کی تحفتہ الاحوزی وغیرہ۔ اور اس سے میرا مقصود یہ ہے کہ وہ فائدہ حاصل ہو جائے جس کی امید ہے۔ اس لئے کہ اگر محض حدیث کا ذکر کر دیا جائے تو یہ کافی نہیں' خاص طور پر ہمارے اس زمانہ میں جبکہ تعلیم و تربیت مفقود ہو گئی اور مردوں اور عورتوں میں برابری کے طریقہ پر دینی علوم میں کمی واقع ہو گئی۔

اسی طرح میں نے اس کتاب میں آنے والی احادیث کی تخریج کی اور ان پر لگائے گئے حکم کا بھی ذکر کیا اور محدثین کے اقوال کا بھی تذکرہ کیا' یہاں تک کہ آپ کا دل اس چیز سے مطمئن ہو جائے جو آپ پڑھ رہی ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

ایمان اور اعمال صالحہ

عورتوں کو گناہوں سے ڈرانے اور جہنم میں عورتوں کی کثرت کا بیان

(۱) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا، اس میں داخل ہونے والے اکثر لوگ مساکین تھے جبکہ مال داروں کو روک دیا گیا سوائے جہنمی لوگوں کے کہ انہیں جہنم میں ڈالے جانے کا حکم دیا گیا، پھر میں جہنم کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں کثرت عورتوں کی ہے۔''

(متفق علیہ۔رواہ البخاری (۵۱۹۶) ومسلم (۲۷۳۶) واحمد (۲۱۲۷۵))

(۲) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے: ''میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثر فقراء لوگ تھے اور جب میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں تھیں۔'' (متفق علیہ رواہ البخاری (۳۲۴۱)، ومسلم (۲۷۳۸)، وترمذی (۲۶۰۳)، احمد (۱۹۳۵۱))

(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا فرمان نقل فرماتے ہیں: ''مجھے جہنم دکھائی گئی تو اکثر اہل جہنم وہ عورتیں تھیں جو ناشکری کرتی تھیں'' کسی نے پوچھا ''کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی تھیں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ خاوند کی ناشکری کرتی تھیں، اور احسان فراموشی ان کا شیوہ تھا، اگر تو ساری عمر اس سے اچھا سلوک کرتا رہے اور پھر وہ تجھ میں کوئی ناگوار بات دیکھ لے تو کہے: ''میں نے تجھ میں کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔''

(متفق علیہ رواہ البخاری (۲۹۹)، ومسلم (۹۰۷)، والنسائی (۲۴۹۳)، واحمد (۲۷۰۶))

(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ دیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو، کیونکہ میں نے تمہیں دوزخیوں میں سے اکثر پایا ہے" ایک عورت جزلہؓ نے عرض کیا: "یارسول اللہ! ہم کس وجہ سے کثرت سے دوزخ میں جائیں گی؟" فرمایا "تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو، میں نے دین اور عقل کے اعتبار سے تم سے زیادہ ناقص مخلوق کو نہیں دیکھا جو عقل مند آدمی کی عقل کو زائل کر دے" اس عورت نے کہا "عقل اور دین کا نقصان کس اعتبار سے ہے؟" فرمایا "عقل کے نقصان اور کمی کی علامت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے، اور وہ کئی راتیں ایسی گزارتی ہے جس میں نماز نہیں پڑھ سکتی اور رمضان میں کچھ دن روزہ نہیں رکھ سکتی، یہ اس کے دینی نقص کی علامت ہے۔" (متفق علیہ رواہ البخاری (۳۰۴)، ومسلم (۸۰)، وابوداؤد (۳۶۷۹)، والنسائی (۱۵۷۶)، وابن ماجہ (۴۰۰۳)، احمد (۱۰۹۲۲))

شرحِ حدیث:

امام نوویؒ "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں: "عورت کئی راتیں ایسی گزارتی ہے اور نماز نہیں پڑھ سکتی" یعنی وہ کچھ دن اور کچھ راتیں حیض کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتی اور رمضان کے کچھ دن حیض کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتی، باقی یہ کہ حدیث کے احکام میں علوم کے چند نمونے اور جملے ہیں (۱) صدقہ، نیک اعمال، کثرت استغفار اور تمام اطاعات کی ترغیب دینا (۲) نیکیاں، برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں جیسا کہ یہ بات قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتی ہے (۳) خاوند کی نافرمانی اور احسان فراموشی کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ جہنم کی وعید کسی گناہ کے کبیرہ ہونے کی علامت ہے (۴) لعن طعن کرنا بھی بڑے قبیح گناہوں میں سے ہے، اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ لعن طعن کرنا کبیرہ

گناہوں میں سے ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو'' لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب کسی صغیرہ گناہ کو کثرت سے کیا جائے تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا'' مومن کو لعن کرنا اس کے قتل کی مانند ہے۔''

لعن کی حقیقت اور اس کا شرعی حکم

علماء کا لعن طعن کی حرمت پر اتفاق ہے، کیونکہ لغت میں اس کے معنیٰ دور کرنے اور دھتکارنے کے آتے ہیں، اور اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے ''کسی کو حق تعالیٰ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا'' لہٰذا کسی کو اللہ کی رحمت سے دور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی حالت اور خاتمہ قطعی طور پر معلوم نہیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں: کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ مسلمان ہو یا کافر یا جانور ہی کیوں نہ ہو........... ہاں البتہ اگر نص قطعی سے یہ بات معلوم ہو کہ اس کی موت کفر پر واقع ہوئی جیسے ابوجہل یا وہ کفر پر مرے گا جیسے ابلیس، تو ان کو لعنت کرنا جائز ہے۔

کسی کی ذات کو نشانہ بنا کر تو لعن طعن حرام ہے لیکن اگر کسی صفت پر لعنت کی جائے تو حرام نہیں جیسے بال اکھیڑنے والی اور بال اکھیڑوانے والی عورت پر لعنت، جسم میں گدائی کرنے والی اور کروانے والی عورت پر لعنت، سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت تصویر کشی کرنے والوں، ظالموں، کافروں، فاسقوں اور اس شخص پر لعنت جو زمین کی حد بندی کے نشان کو تبدیل کرے، اور اس شخص پر لعنت جو دوسروں کی جائیداد کا مالک بنے، اور اپنے باپ کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف منسوب ہونے والے پر لعنت، اور اسلام میں کوئی نئی بات پیدا کرنے والے پر لعنت، اور بدعتی کو پناہ دینے والے پر لعنت، اور اس کے علاوہ دوسری مخصوص صفات جن میں کسی ذات پر لعنت نہیں کی گئی بلکہ مطلقاً ان مذکورہ اوصاف پر لعنت کی گئی ہے۔

(۵) اس حدیث میں کفر کا اطلاق اللہ کا کفر کرنے کے علاوہ پر کیا گیا ہے جیسے خاوند، احسان، نعمت وحق کا کفر یعنی ناشکری کرنا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ کفر کی نسبت غیر اللہ کی ناشکری کی تعبیر کیلئے استعمال کر سکتے ہیں۔

(۶) اس حدیث میں ایمان کی زیادتی اور کمی کا بیان بھی ہے۔

(۷) اس حدیث میں امام، عہدہ ومنصب کے حامل افراد اور بڑے لوگوں کے لئے اپنی رعایا کو وعظ کرنے کا درس بھی ملتا ہے کہ وہ انہیں نیکیاں کرنے پر ابھاریں اور گناہوں کے نقصانات سے انہیں ڈرائیں۔

(۸) اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر طالب علم استاد سے اس بات کا معنی پوچھ سکتا ہے جو اس کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کا معنی واضح نہ ہو، جیسا کہ حضرت جزلہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔

(۹) اس حدیث میں چونکہ رمضان کا لفظ ''شہر'' کی طرف اضافت کئے بغیر آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ماہِ رمضان کے بجائے صرف ''رمضان'' بھی کہہ سکتے ہیں اگرچہ اضافت کے ساتھ استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے۔

امام ابوعبداللہ مازریؒ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ'' عورتوں کی عقل کے ناقص ہونے کی علامت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔'' یہ ایک خاص نکتہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ نکتہ وہی ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ''أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرٰى (دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے گی) سے تنبیہ فرمائی ہے، یعنی یہ عورتیں ضبط اور یاد رکھنے کے اعتبار سے ناقص ہیں۔

عقل کی حقیقت

علماء کا عقل کی حقیقت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک عقل

''علم'' سے عبارت ہے، بعض علماء فرماتے ہیں، ''یہ علوم ضروریہ کا نام ہے''، بعض کے نزدیک ''عقل سے مراد ایسی قوت ہے جو معلومات کی حقیقتوں کو تمیز دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔''

عقل کی حقیقت کے بارے میں علماء نے خوب بحث کی اور اس کی اقسام کو بیان کیا لیکن ان کو ذکر کرنے سے طوالت کا اندیشہ ہے، البتہ عقل کے محل کو بیان کرنا ضروری ہے، اس بارے میں بھی اختلاف ہے، بعض متکلمین (عقائد پہ بحث کرنے والے علماء) فرماتے ہیں: ''عقل دل میں ہوتی ہے'' لیکن علماء کی رائے یہ ہے کہ ''عقل کا مقام ومحل سر ہے''

عورتوں کے دین اور عقل کی کمی کا مطلب

اور حضور ﷺ کا عورتوں کو دین کے اعتبار سے ناقص قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ وہ حیض کے زمانہ میں نماز اور روزہ نہیں ادا کرسکتیں، اس حدیث کے معنیٰ میں بظاہر تھوڑی سے پیچیدگی معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت کوئی پیچیدگی نہیں بلکہ اس کا معنیٰ ظاہر ہے، کیونکہ دین، ایمان اور اسلام ایک معنیٰ میں مشترک الفاظ ہیں، اور طاعات کو ایمان اور دین کا نام دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس کی عبادات زیادہ ہوں گی اس کا ایمان اور دین بھی زیادہ ہوگا اور جس کی عبادات کم ہوں گی اس کا دین بھی ناقص ہوگا۔ پھر دین کے نقص کی مختلف صورتیں ہیں، کبھی تو ایسا کرنے والے گناہ گار ہوتے ہیں جیسے نماز، روزہ اور دوسری عبادات وتسبیح کو بغیر عذر کے چھوڑنا اور کبھی دین میں کمی کرنے سے آدمی گناہ گار نہیں ہوتا جیسے جمعہ، جہاد اور دوسری واجب عبادات کو کسی عذر کی وجہ سے چھوڑنا، اور کبھی وہ دین کے کسی عمل کے چھوڑنے کا مکلف اور پابند ہوتا ہے جیسے حائضہ کا روزہ اور نماز وغیرہ کو چھوڑنا۔

اس موقع پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر عورت معذور ہے تو کیا اگر وہ حالت حیض

میں نماز ادا کرے تو اسے ثواب ہوگا اگر چہ اس کی قضا نہ کرے، جیسا کہ مریض اور مسافر کو ثواب ہوتا ہے اور حالت سفر اور حالت مرض میں اس کے لئے ان نفل نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے جو وہ صحت اور سفر کی حالت میں ادا کیا کرتا تھا۔؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ ایسا کرنے پر اسے ثواب نہ دیا جائے گا، اور دونوں باتوں میں فرق یہ ہے کہ مریض اور مسافر اس نیت کے ساتھ اعمال کیا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ انکی اہلیت کے ساتھ ان اعمال کو ادا کریں گے جبکہ عورت کی نیت میں یہ بات شامل تھی کہ وہ حالت حیض میں نماز کو چھوڑ دے گی، بلکہ یہاں تک کہ حالت حیض میں اس پر نماز کی نیت کرنا بھی حرام ہو جائے گا۔اس عورت کی بعینہ مثال وہ مریض یا مسافر ہے جو کبھی نفل پڑھتا ہو کبھی چھوڑ دیتا ہو اور نوافل پر دوام کی نیت بھی نہ ہو تو اس شخص کے مرض یا سفر میں اس وقت کا ثواب نہ لکھا جائے گا جس میں یہ نفل نہ پڑھا کرتا تھا۔ واللہ اعلم۔

(۵) عمارہ بن خزیمہؒ فرماتے ہیں: ''ہم ایک حج یا عمرہ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے، انہوں نے فرمایا: ''ہم اس گھاٹی میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے، آپ نے فرمایا تھا: ''دیکھو، کیا تمہیں کچھ دکھائی دے رہا ہے؟'' ہم نے عرض کیا'' ہمیں کوّوں کا ایک غول نظر آ رہا ہے جس میں سفید پروں والا اور سرخ چونچ اور پیروں والا ایک کوا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں میں سے صرف اتنی ہی عورتیں جنت میں جائیں گی جتنا کہ اس غول میں یہ ایک کوا ہے۔'' (صحیح: انفرد بہ احمد (۱۷۳۱۶)

(۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں'' ایمان والی عورت کی مثال کووں کے غول میں سفید بازوں اور سرخ چونچ اور پیروں والے کوّے کی سی ہے، اور یقیناً جہنم کو بیوقوفوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اور عورتیں بھی بیوقوف ہوتی ہیں سوائے اس عورت کے جس کے پاس پانی کا برتن

ہو اور وہ چراغ پکڑ کر خاوند کو وضو کرا رہی ہو۔'' (یعنی ہمہ تن گوش ہو کر خاوند کی خدمت میں مشغول ہو) (کنز العمال ۸/ ۲۶۴، مجمع الزوائد)

(۷) حضور ﷺ نے فرمایا: ''فساق لوگ ہی جہنمی ہیں'' کسی نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! فساق سے کیا مراد ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''عورتیں'' ایک آدمی نے عرض کیا، کیا وہ ہماری مائیں، بہنیں اور بیویاں نہیں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں، لیکن جب انہیں کوئی چیز عطا کی جاتی ہے تو شکر ادا نہیں کرتیں اور جب انہیں کوئی آزمائش لاحق ہوتی ہے تو صبر نہیں کرتیں۔'' (احمد (۲۷۵۶۲))

اعمال صالحہ اور دینداری میں ثابت قدمی کی ترغیب

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں'' عورت سے چار وجوہات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے (۱) اس کے مال کی وجہ سے (۲) اس کے خاندان، حسب نسب کی بنیاد پر (۳) اس کی خوبصورتی کے بل بوتے پر (۴) اس کی دینداری کی بنا پر، لیکن تجھ پر دینداری کا لحاظ کرنا لازم ہے (اگر تو ایسا نہ کرے تو) تیرے لئے ہلاکت ہے۔'' (رواہ البخاری (۵۰۹۰)، ومسلم (۱۴۶۶۴)، وابو داؤد (۲۰۴۷)، والنسائی (۳۲۳۰)، وابن ماجہ (۱۸۵۸)، والدارمی (۲۱۷۰)، واحمد (۹۲۳۷))

شرح حدیث

حافظ ابن حجر عسقلانی ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں:

''حدیث میں آنے والے لفظ ''حسب'' سے مرد آباؤ اجداد اور رشتہ داروں کی قدر و منزلت ہے، اور یہ لفظ ''حساب'' سے اخذ کیا گیا ہے، کیونکہ عرب لوگ جب باہم فخر

کیا کرتے تھے تو اپنے مناقب ومحاسن اور اپنے آباؤ اجداد اور قبیلہ کی خوبیاں بیان کرتے تھے پھر ان کا حساب کرتے تھے اور اس شخص کے حق میں فیصلہ کردیتے تھے جس کے آباء کی خوبیاں اور محاسن دوسروں سے بڑھ کر ہوتی تھیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں "حسب" سے مراد عمدہ افعال ہیں، اور بعض نے یہاں اس سے مال بھی مراد لیا ہے لیکن یہ قول ٹھیک نہیں۔

اچھے خاندان کی دیندار لڑکی سے شادی کرنے کی فضیلت

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک معزز اور عمدہ حسب ونسب اور اچھے خاندان والے آدمی کے لئے مناسب اور مستحب ہے کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کی لڑکی سے شادی کرے، لیکن اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ ایک طرف اعلیٰ خاندان کی بے دین لڑکی ہو اور دوسری طرف ادنیٰ خاندان کی دین دار لڑکی ہو تو اس پر لازم ہے کہ دین دار لڑکی کو ترجیح دے، اسی طرح یہ حکم تمام صفات میں ہوگا کہ تعارض کی صورت میں دین داری کو ترجیح دی جائے گی۔

باقی بعض شوافع حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ ایسی عورت سے شادی کرنا مستحب ہے جو قریبی رشتہ دار نہ ہو، ان کا یہ قول کسی حدیث سے مستنبط کردہ نہیں، البتہ تجربہ ومشاہدہ کی بنیاد پر یہ بات کی جاسکتی ہے کہ دو قریبی رشتہ دار میاں بیوی کی اولاد بیوقوف ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے: "اہل دنیا جو دنیا کو اختیار کر چکے ہوں ان کا حسب ونسب مال ہے۔" اس حدیث میں احتمال ہے کہ یہاں مراد ان لوگوں کا حسب ونسب ہے جن کا نسب نامعلوم ہو، لہٰذا ایک معزز خاندان اور حسب نسب والا شخص ایک ایسے مالدار شخص کا کفو بن جائے گا جس کا نسب وخاندان معلوم نہ ہو۔ ایک حدیث میں آتا ہے: "حسب مال ہے اور کرم تقویٰ ہے۔" کفاءت میں مال کا اعتبار کرنے والے علماء نے

اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "دنیادار لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ مال دار آدمی کو رفعت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں خواہ وہ گھٹیا ہی کیوں نہ ہو اور نادار آدمی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں خواہ اس کا خاندان کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو' لہٰذا پہلے بیان کردہ معنی کے مطابق جو حدیث کفاءت میں مال کا اعتبار کرنے کی دلیل بن سکتی ہے لیکن دوسرے معنیٰ کی بنیاد پر اس کو دلیل بنانا ٹھیک نہیں کیونکہ یہ ان کے عمل کے انکار کے طور پر وارد شدہ سمجھی جائے گی۔

اس حدیث میں عورت کی خوبصورتی کی بنا پر شادی کا تذکرہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوبصورت عورت سے شادی کرنا مستحب ہے، البتہ اگر خوبصورت بے دین اور بدصورت دین دار لڑکی کا تعارض ہو جائے تو دوسری یعنی بدصورت دین دار کو ترجیح دی جائے گی، لیکن اگر دین داری میں دونوں برابر ہوں تو خوبصورت عورت کو ترجیح دینا زیادہ بہتر ہوگا۔

خوبصورتی سے مراد جہاں ذات کی خوبصورتی ہے اسی طرح صفات کی خوبصورتی بھی مراد ہے، نیز مہر کا کم ہونا بھی اس کی عمدگی میں شامل ہے۔

دیندار عورت کو اختیار کرنے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ دین دار اور شریعت پر چلنے والے شخص کے مناسب اور ضروری ہے کہ اس کا مطمح نظر ہر چیز کے اندر دین و شریعت ہو، خاص طور پر اس چیز میں جس کے ساتھ اس کی صحبت طویل عرصہ تک کے لئے ہے، لہٰذا حضور انور ﷺ نے حکم دیا کہ دیندار عورت کو حاصل کرو کیونکہ دین ہی انسان کا مقصود ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ " عورتوں سے ان کے حسن کی بنا پر شادی نہ کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان کا حسن انہیں ہلاک کر دے اور ان سے ان کے مالوں کی وجہ سے بھی نکاح نہ کرو اس لئے کہ ممکن ہے کہ ان کا مال انہیں سرکشی میں مبتلا کر دے، بلکہ عورتوں سے ان کی دین داری کی بنیاد پر نکاح کرو،

اور ایک دین دار سیاہ باندی زیادہ بہتر ہے۔“

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: ”اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان چار خوبیوں کی بنا پر عورتوں سے نکاح کی خواہش کی جاتی ہے، حضور ﷺ نے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے خبر دی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے اس کا حکم فرمایا ہو بلکہ یہ بات تو ظاہر ہے کہ ان میں سے جس سے چاہے نکاح کر لے البتہ دین دار عورت کو اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

”اس حدیث سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ کفاءت کا اعتبار صرف انہیں چار چیزوں میں کیا جائے گا، کیونکہ فقہاء کرام میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں، باوجود اس کے کہ ان کا کفاءت کی حقیقت کے بارے میں اختلاف ہے۔“

امام مہلبؒ فرماتے ہیں:

”یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خاوند کے لئے بیوی کے مال سے نفع اٹھانا جائز ہے اگر عورت خوشی سے دے تو آدمی جتنا چاہے استعمال کرے اگر بیوی خوش نہ ہو تو اتنی مقدار استعمال کر سکتا جو مہر میں اسکو ادا کیا تھا“

اس کے بعد ذکر کیا کہ یہ تفصیل حدیث سے مستفا نہیں، اور آدمی کا عورت کے مال سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے نکاح کرنا صرف اپنی ذات کے لئے منحصر نہیں بلکہ کبھی مال دار عورت سے اس لئے بھی شادی کرتا ہے کہ عورت کا مال بطور وارثت کے اس کی اولاد کو حاصل ہوگا اور بعض مرتبہ مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر عورت مال دار ہوگی تو مہر سے زیادہ مال کا مطالبہ نہ کرے گی لہٰذا اس کے مطالبہ سے بچ جائے گا۔

اس موقع پر مالکی حضرات نے بڑا عجیب استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں: خاوند کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اس کا مال استعمال کرنے سے روکے کیونکہ اس نے شادی تو مال کے لئے کی ہے لہٰذا عورت کو حق حاصل نہیں کہ اس کے مقصود کو فوت کرے

لیکن ان حضرات کی تردید کی وجوہات پوشیدہ نہیں۔

خوش بختی کی علامات

(۹) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: تین چیزیں آدمی کی نیک بختی کی علامت ہیں اور تین چیزیں اس کی بدبختی کی علامت ہیں، نیک بختی کی تین علامات یہ ہیں (۱) نیک بیوی (۲) اچھا گھر (۳) عمدہ سواری، بد بختی کی تین علامتیں یہ ہیں (۱) بری بیوی (۲) معمولی گھر (۳) گھٹیا سواری۔ (صحیح لغیرہ: رواہ احمد (۱۴۴۸)

(۱۰) ایک روایت میں آتا ہے: ''چار چیزیں خوش قسمتی کی علامت ہیں (۱) نیک بیوی (۲) کشادہ گھر (۳) اچھا پڑوسی (۴) عمدہ سواری' اور چار چیزیں بدنصیبی کی علامت ہیں (۱) برا پڑوسی (۲) بری بیوی (۳) معمولی سواری (۴) تنگ گھر۔''

(صحیح: رواہ ابن حبان فی صحیحہ (۱۲۳۲۱)

(۱۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''دنیا معمولی سی متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔''

(صحیح: رواہ مسلم (۱۴۶۷)، والنسائی (۳۲۳۲) وابن ماجہ (۱۸۵۵)

(۱۲) ابن عمرو رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ سے نقل کرتے ہیں: ''ایک بدکار عورت کی برائی ایک ہزار بدکار مردوں کی برائی کی طرح ہے اور ایک مومنہ عورت کی نیکی ستر صدیق مردوں کے اعمال کے مشابہ ہے۔''

(قال السیوطی فی الفتح الکبیر ۲/ ۲۶۴)

شرح حدیث

اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ کی طرف سے عورتوں کے لئے اعمال

صالحہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کی ترغیب ہے اور انہیں نیکیوں پر برانگیختہ کرنا مقصود ہے، کیونکہ یہ چیز ان کے رفع درجات کا سبب ہے اور اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ کو بڑھانے والی ہے۔

نیز اس میں مردوں کو اس بات کی ترغیب دینا بھی مقصود ہے کہ وہ نیک عورت کے حصول کی کوشش کریں یہ نہ ہو کہ وہ ظاہری حسن و جمال اور مال ونسب سے دھوکہ کا شکار ہو کر قیمتی جوہر سے غافل ہو جائیں۔

(۱۴) کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کے فرمان کو روایت کرتے ہیں: ''کیا میں تمہیں جنتی مردوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟'' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ضرور بتائیں'' فرمایا ''نبی جنت میں جائیں گے، صدیق جنت میں جائیں گے، شہید جنت میں جائیں گے اور وہ آدمی بھی جنت میں جائے گا جو اپنے اس بھائی سے صرف اللہ کے لئے ملاقات کرے جو شہر کے دوسرے کنارے میں رہتا ہو، اور وہ عورتیں جو جنت میں جائیں گی وہ زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچے پیدا کرنے والی، اپنے خاوند کے پاس بار بار آنے والی، یہاں تک کہ اگر وہ ناراض ہو جائے تو یہ اپنا ہاتھ اپنے خاوند کے ہاتھ میں رکھے اور کہے: میں اس وقت تک نیند کا ذائقہ نہ چکھوں گی جب تک آپ راضی نہ ہوں گے۔'' (حسن بشواہدہ: رواہ ابونعیم فی الحلیۃ ۴/۳۰۳)

﴿عورتوں کے لئے عبادات کے احکامات﴾

عورتوں کو گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب

(۱۴) عبداللہ بن سوید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ان کی پھوپھی حضرت ام حمید جو کہ ابوحمید ساعدی کی اہلیہ تھیں، حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیا کروں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہو لیکن تیرے لئے تیرے کمرہ میں نماز پڑھنا گھر کے زیریں کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور گھر کے زیریں کمرہ میں نماز پڑھنا گھر کے کسی اور حصہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر میں نماز پڑھنا اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اپنی قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔'' اس کے بعد حضرت امّ حمید نے اس بات کا حکم دیا کہ ان کے لئے ان کے کمرہ کے نچلے تاریک حصہ میں مسجد بنائی جائے، لہٰذا وہ وہاں نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی''۔

(صحیح :انفرد بہ احمد(۲۶۵۵۰))

(۱۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں: ''عورت کا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا اپنے گھر کے زیریں کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر کے زیریں کمرہ میں نماز پڑھنا گھر کے کسی حصہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور گھر کے کسی حصہ میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔'' (حسن بمجموع طرقہ :نقلہ الشیخ ناصر الدین الالبانی، حدیث(۲۱۴۲))

وہ عورتیں جن کی نماز قبول نہیں

(۱۶) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: دو انسان ایسے ہیں جن کی نمازیں ان کے سر کے اوپر بھی نہیں جاتیں (۱) وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو، یہاں تک کہ واپس لوٹ جائے (۲) وہ عورت جس نے خاوند کی نافرمانی کی ہو یہاں تک کہ توبہ کر لے۔"

(حسن: رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر(۹۷)، والحاکم فی المستدرک(۴/۱۷۳)واوردہ الھیثمی فی مجمع الزوائد(۴/۳۱۳)

خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنے کی ممانعت

(۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضور انور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: "جب کسی عورت کا خاوند (اس کے ساتھ اسی شہر میں) موجود ہو تو وہ روزہ نہ رکھے البتہ اگر اجازت (صراحۃً یا کنایۃً) مل جائے (تو روزہ رکھ لے)۔"

(متفق علیہ : رواہ البخاری(۵۱۹۲)، ومسلم(۱۰۲۶) و ابو داود(۲۴۵۸)، والترمذی (۷۸۲)وابن ماجہ(۱۷۶۱)، والدارمی(۱۷۶۱)، واحمد(۱۰۱۱۷)

شرح حدیث

امام مبارکپوریؒ "تحفۃ الاحوذی" میں فرماتے ہیں:

"حدیث میں مطلقاً نفلی روزہ رکھنے کی ممانعت آئی ہے، لہٰذا یہ حدیث شوافع حضرات کے خلاف ان کے اس قول پر دلیل ہے کہ وہ یوم عرفہ اور یوم عاشوراء کے روزہ کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اور یقیناً حکم یہی ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے فرمایا، البتہ نفلی نماز کو روزہ پر قیاس نہ کیا جائے گا" کیونکہ اس کا وقت (روزہ کے مقابلہ میں) بہت کم ہے، اور اعتکاف بھی روزہ کی طرح ممنوع ہوگا خاص طور پر اگر اس قول کو لیا جائے کہ اعتکاف

روزہ کے بغیر درست نہیں۔

(۱۸) ایک روایت میں آتا ہے کہ: ''کوئی عورت رمضان کے علاوہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔''

(صحیح: رواہ الدارمی (۱۷۲۰)، واوردہ الشیخ الالبانیؒ (۳۹۵)

(۱۹) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ ہم حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں موجود تھے کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ، میرا شوہر صفوان بن معطلؓ میرے نماز پڑھنے پر مجھے مارتا ہے، روزہ رکھوں تو روزہ توڑنے کا سختی سے حکم دیتا ہے اور خود فجر کی نماز سورج نکلنے کے بعد پڑھتا ہے۔'' اس دوران حضرت صفوانؓ بھی حاضر خدمت تھے' حضور ﷺ نے ان سے ان کی بیوی (کی شکایات) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، اس کا یہ کہنا کہ نماز پڑھنے پر مجھے مارتا ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ دو (لمبی) سورتیں پڑھتی ہے، حالانکہ میں نے اس کو منع کیا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایک سورت پڑھ لی جائے تو لوگوں کے لئے کافی ہے'' (حضرت صفوان نے عرض کیا)'' اور اس کا یہ کہنا کہ مجھے روزہ توڑنے پر مجبور کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جوان آدمی ہوں اور جب یہ روزہ رکھ لیتی ہے تو میں صبر نہیں کر سکتا۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔'' (حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا) اور اس کا یہ کہنا کہ میں سورج کے طلوع ہونے کے بعد نماز پڑھتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایسے خاندان والے ہیں (جو رات کو نہیں سوتے کیونکہ ساری ساری رات پانی لگاتے ہیں لہٰذا) ہم سورج کے طلوع ہونے سے پہلے نہیں اٹھ سکتے (کیونکہ رات کے آخری حصہ میں سوتے ہیں) حضور ﷺ نے

فرمایا: ''جب تو بیدار ہو نماز پڑھ لے۔''

(صحیح: رواہ ابوداؤد (۲۴۵۹)، واحمد (۱۱۳۵۰)، واوردہ الشیخ الالبانی (۳۹۵)

شرح حدیث

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ ازدواجی زندگی میں عورت کے متعہ وعشرت پر مشتمل منافع خاوند کے زیر ملکیت ہیں'' اور بعض اوقات عورت کا اپنا حق بھی محصور ہو جاتا ہے، اور اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر عورت حق ادا نہ کرے یا ازدواجی زندگی کو بہتر نہ بننے دے تو خاوند اسے ہلکی پھلکی سزا بھی دے سکتا ہے، اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اگر عورت حج کا احرام باندھے تو خاوند اسے روکنے کا اختیار رکھتا ہے کیونکہ آدمی کے حق کی ادائیگی عورت پر فوری لازم ہے جبکہ اللہ کے حق میں تراخی موجود ہے، عطاء بن ابی رباحؒ کا بھی یہی مسلک ہے، مزید یہ کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خاوند اسے نفلی حج کی ادائیگی سے تو بہر حال روک سکتا ہے۔

حضور ﷺ کا صفوان بن معطلؓ نے یہ فرمایا کہ ''جب تو بیدار ہو تو نماز پڑھ لے'' بڑا عجیب حکم ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی امت سے مہربانی اور لطف وکرم کا مظہر ہے' اس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ صبح نماز کے لئے نہ اٹھ سکنا ان کی طبیعت کی کیفیت راسخہ اور فطرت ثانیہ بن چکی ہو' اور یہ اس چیز کے مرتبہ میں ہو جس سے عاجز ہونا یقینی ہے اور اس فطرت کے حامل شخص کو بے ہوش پر قیاس کر سکتے ہیں، لہٰذا یہ معذور شمار ہوئے اور معذور پر کوئی مطالبہ نہیں۔

اس حکم میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ صورت حال انہیں کبھی کبھی پیش آتی ہو، جب کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو جو انہیں جگائے اور نیند سے بیدار کرے، جس کے نتیجہ میں یہ سوتے رہیں یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور یہ صورت ہمیشگی کے طریقہ پر نہ ہو کیونکہ یہ بات تو ناممکن ہے کہ انسان کو جگانے والا کبھی کوئی موجود نہ ہو اور اس کی حالت

کی اصلاح نہ کرے، اور یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ عذر کے زائل ہونے کے بعد بھی نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنے سے ممانعت ہوئی ہے خواہ وہ زوالِ عذر بیداری کی وجہ سے ہو، یا کسی جگانے والے کی موجودگی کی صورت میں ہو"۔ واللہ اعلم

امام منذریؒ، ابوبکر بزارؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

"اس حدیث کا کلام حضور ﷺ کی طرف سے انوکھا معلوم ہوتا ہے، اگر یہ حدیث ثابت شدہ ہو تو ممکن ہے کہ حضور ﷺ نے استحباباً اظہار شفقت کے لئے یہ حکم دیا ہو، کیونکہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پسندیدہ صحابہ میں سے تھے۔"

زیورات میں بے جا زیادتی کی ممانعت

(۲۰) حضرت عمرو بن شعیبؒ نقل کرتے ہیں: "ایک مرتبہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی ایک بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کڑے تھے" حضور ﷺ نے اس سے پوچھا "کیا تو نے ان کی زکوٰۃ دی ہے؟" اس نے منفی میں جواب دیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کیا تجھے اچھا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے آگ کے کنگن پہنائے؟" اس عورت نے وہ دو کڑے اتارے اور حضور ﷺ کے حوالہ کر کے عرض کیا: یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔" (حسن: رواہ ابوداود (۱۵۶۳)، والترمذی (۶۳۷)، والنسائی (۲۴۷۹) واحمد (۱۷۸۱۲)

(۲۱) عبداللہ بن شداد بن ہادؓ فرماتے ہیں: "ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے فرمایا: "ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے تو فرمایا: "اے عائشہ! یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کیا: "یہ میں نے آپ کے لئے خوبصورت بننے کے لئے پہنے ہیں، اے اللہ کے رسول" حضور ﷺ نے دریافت فرمایا

''کیا تو نے ان کی زکوٰۃ دی ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''نہیں'' فرمایا'' یہ تیرے جہنم میں جانے کے لئے کافی ہیں۔''

(صحیح: رواہ ابوداود (۱۵۶۵) والبیہقی فی الکبریٰ (۱۳۹/۴)

عورتوں کا جہاد ''حج'' کو قرار دیا گیا

(۲۲) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا'' یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے شانہ بشانہ جہاد وغزوات میں شریک نہ ہوں؟'' فرمایا ''تمہارے لئے سب سے عمدہ اور بہترین جہاد وہ حج ہے جو نیک نیتی سے کیا جائے۔'' لہٰذا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: '' جب سے میں نے حضور ﷺ سے یہ بات سنی کبھی حج نہ چھوڑا۔''

(صحیح: رواہ البخاری (۱۸۶۱) والنسائی (۲۶۲۸)

(۲۳) ایک روایت میں آتا ہے: ''حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد لازم نہیں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں' ان پر ایسا جہاد لازم ہے جس میں قتال نہیں یعنی حج وعمرہ۔''

﴿لباس و پوشاک اور بناؤ سنگھار کے احکامات﴾

غیر مرد کے لئے بناؤ سنگھار کی ممانعت

(۲۴) محمد بن ابراہیمؒ روایت کرتے ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ایک باندی نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: ''میں اپنے کپڑے کے نچلے حصہ (دامن) کو لمبا رکھتی ہوں اور بعض اوقات گندی جگہ پر بھی چلتی ہوں۔'' (لہٰذا میرے کپڑوں کے بارے میں کیا حکم ہے آیا وہ پاک ہیں یا ناپاک؟) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''(زمین کا) اس کے بعد کا حصہ کپڑے کو پاک کر دے گا۔''

(صحیح: رواہ ابو داؤد (۳۸۳)، والترمذی (۱۴۳)، ومالک (۴۷)، وابن ماجہ (۵۳۱)، والدارمی (۷۴۲)، واحمد (۲۵۹۴۹)

شرح حدیث

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے: حدیث مبارکہ میں بیان کردہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ جگہ (جو گندی تھی) خشک ہو، اگر تر ہو تو بہر حال دھو کر ہی کپڑا پاک ہوگا، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ اگر اسے پیشاب لگ جائے تو آگے زمین پر لگنے سے کپڑا پاک ہو جائے گا، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کسی ایسی جگہ سے گزرے جہاں کچھ گندگی ہو پھر آگے اس سے زیادہ صاف ستھری جگہ گزری تو کپڑا صاف ہو جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ اگر کپڑے کو اچھی خاصی گندگی لگ گئی

تو پھر بھی پاک ہو جائے گا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں: زمین کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی گندگی کو پاک کرنے والا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی گندی جگہ سے گزرے پھر صاف جگہ سے گزرے تو کپڑا پاک ہو جائے گا۔ البتہ ناپاک چیز جیسے پیشاب وغیرہ کا کپڑے یا جسم کو لگ جانا تو یہ دھونے ہی سے پاک سمجھا جائے گا۔" امام خطابیؒ کے قول کے مطابق اس پر امت کا اجماع ہے۔

امام زرقانیؒ فرماتے ہیں: بعض علماء نے حدیث میں آنے والی "گندی جگہ" کو تو نجاست پر محمول کیا ہے، اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ ناپا کی خشک زمین سے پاک ہو جائے گی، کیونکہ عورت کا دامن مرد کے موزے اور جوتے کی طرح ہے۔ اس کی تائید ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ "ہم لوگ مسجد میں آنے کے لئے ناپاک جگہوں سے گزر کر آتے ہیں، ہمارے لیے اس بارے میں کیا حکم ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا "زمین کا بعض حصہ بعض کو پاک کر دیتا ہے۔"

(۲۵) ابن عمرؓ فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: "جو شخص تکبر کے طور پر کپڑے کو کھینچ کر چلے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو رحمت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا" حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "عورتیں اپنے دامنوں کے بارے میں کیا کریں؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ ایک بالشت تک لٹکا لیں" انہوں نے عرض کیا: "اس طرح تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جائیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا: تو پھر وہ ایک گز (شرعی ایک بازو) تک لٹکا لیں، اس سے زیادہ نہ کریں۔"

(صحیح: رواہ الترمذی (۱۷۳۱) والنسائی (۵۳۳۶) واحمد (۴۴۷۵))

(۲۶) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "حضور ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے مصر کی بنی ہوئی ایک عمدہ اور پتلی پاپلین پہنائی جو حضرت دحیہ کلبیؓ نے انہیں ہدیہ

کی تھی، میں نے وہ پاپلین اپنی بیوی کو پہننے کے لئے دے دی، حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: ''تو نے وہ پاپلین کیوں نہیں پہنی؟'' میں نے عرض کیا'' اے اللہ کے رسول! میں نے وہ پاپلین اپنی بیوی کو پہنا دی ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اسے حکم دو کہ وہ اس کے نیچے موٹی بنیان پہن لے، مجھے خوف ہے کہ کہیں اس کی ہڈیوں کی جسامت ظاہر نہ ہو جائے۔''

(انفرد بہ احمد (۲۱۲۷۹))

(۲۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں'' جہنمی لوگوں کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا، وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے اور ان کے ذریعہ لوگوں کو مارتے ہیں اور ایسی عورتیں جو (اللہ کی نعمتوں کو) اوڑھنے والی ہوں گی، (اس کے شکر سے) عاری ہوں گی، (اللہ کی اطاعت سے) اعراض کرنے والی ہوں گی اور دوسروں کو بھی (اپنے فعل مذموم کی طرف) راغب کرنے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹیوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنی مسافت سے سونگھی جاسکتی ہے۔''

(صحیح: رواہ مسلم (۲۱۲۸) و مالک (۱۶۹۴) واحمد (۸۴۵۱))

شرح حدیث

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

یہ حدیث معجزات نبوت میں سے ہے، اور یہ دونوں گروہ دنیا میں پائے گئے، بلکہ اب بھی موجود ہیں اور اس حدیث میں ان دونوں قسم کے لوگوں کی بھرپور مذمت کی گئی ہے، حدیث میں آنے والے جملہ ''اوڑھنے والی اور خالی ہوں گی'' کا ایک مطلب یہ ہے

(جو ترجمہ میں ذکر کیا گیا) کہ اللہ کی نعمتوں کو اوڑھنے والی ہوں گی اور شکر سے خالی ہوں گی۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ لباس پہن کر جسم کا بعض حصہ تو چھپا رکھا ہو گا لیکن اپنے جسم کو دکھانے کے لئے بعض حصہ ننگی رکھتی ہوں گی۔ اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اتنا باریک کپڑا پہنیں گی جس سے ان کا جسم صاف نظر آئے گا۔ حدیث میں آنے والے لفظ" اعراض کرنے والی ہوں گی" کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اللہ کی اطاعت سے اعرض کرتی ہوں گی اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی حفاظت ان پر لازم تھی اس سے اعراض کرتی ہوں گی۔ اور "مائل کرتی ہوں گی" اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے فعل مذموم کی ترغیب و تعلیم دیتی ہوں گی۔ اس جملہ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اپنے کندھوں کو ہلا کر متکبرانہ اور ناز و انداز والی چال چلتی ہوں گی اور دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ بدکار عورتوں کی طرح کنگھی کریں گی اور دوسری عورتوں کو بھی ایسی کنگھی کرنے کی ترغیب دیں گی۔" ان عورتوں کے سر بختی اونٹیوں کے کوہان نما ہوں گے"، یعنی وہ پگڑی یا کوئی پٹی باندھ کر سروں کو بڑا ظاہر کریں گی۔

(۲۹) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:
"میری امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو سواریوں کی زینوں پر سوار ہوں گے، اور مسجد کے دروازہ پر آ کر اتریں گے، ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، اور ان کے سر لاغر بختی اونٹیوں کے کوہان نما ہوں گے ان پر لعنت کرو کیونکہ ان پر لعنت کی گئی ہے، اگر تمہارے بعد کوئی امت ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی خدمت کرتیں جیسے کہ پہلی امتوں کی عورتوں نے تمہاری عورتوں کی خدمت کی۔"

(حسن: رواہ احمد فی مسندہ (۷۰۴۳) وابن حبان فی صحیحہ (۱۴۵۴) واوردہ الشیخ الالبانی برقم (۲۶۸۳))

شرح حدیث

امام شیخ البانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث بھی ایک ان دیکھے علمی معجزہ پر مشتمل ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی عورتوں سے متعلق نہیں، بلکہ ان عورتوں کے مردوں سے متعلق ہے جو اپنی سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور مسجد کے دروازہ پر آکر اترتے ہیں اور بلاشبہ یہ سچی خبر ہے.........ہم ہر جمعہ میں مشاہدہ کرتے ہیں جب گاڑیاں مسجدوں کے سامنے اتنی کثرت سے جمع ہوتی ہیں کہ راستہ ان کے اژدحام کے وجہ سے تنگ پڑ جاتا ہے، ان میں سے اکثر لوگ پانچ نمازیں نہیں پڑھتے یا کم از کم مسجد میں نہیں پڑھتے، گویا کہ انہوں نے پانچوں نمازوں میں سے صرف جمعہ کی نماز پر ہی قناعت کر لی، اور اسی وجہ سے جمعہ کے دن وہ کثرت سے ظاہر ہوتے ہیں اور مساجد کے دروازہ پر اپنی گاڑیوں سے اترتے ہیں لہٰذا ان کو نمازوں کا ثمرہ نصیب نہیں ہوتا، اور ان کی بیویوں اور بیٹیوں کا یہ حال ہے کہ وہ کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں۔

اس موقع پر ایک چیز اور بھی ہے جس پر حدیث پوری طرح منطبق ہو رہی ہے وہ یہ کہ ہم عملی طور پر اس بات کا مشاہد موجودہ زمانہ میں کر رہے ہیں کہ لوگ گاڑیوں میں سوار ہو کر جنازوں کے پیچھے جاتے ہیں ان گاڑیوں پر دینداری سے خالی مال دار لوگ ہوتے ہیں جو سرکشی کرنے والے اور نماز چھوڑنے والے ہیں، گاڑی جس میں جنازہ پڑا ہوتا ہے، جب رکتی ہے اور جنازہ کو نماز کے لئے جنازگاہ میں لے جایا جاتا ہے تو یہ لوگ مسجد کے باہر اپنی گاڑیوں پر کھڑے رہتے ہیں، اور بعض اوقات نیچے اتر کر جنازہ کا انتظار کرتے ہیں تاکہ اس کی قبر میں تدفین تک اس کے پیچھے چلیں یہ ایک اجتماعی نفاق اور بد عملی ہے، اور آخرت کی یاد اور فکر سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔''

(۲۹) حضرت عبداللہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں: عورت چھپانے کی چیز ہے، جب یہ عیاں ہوتی ہے تو شیطان اسے جھانک جھانک کر دیکھتا ہے۔

(حسن: رواہ الترمذی (۱۱۷۳))

شرح حدیث

امام مبارکپوری ”تحفۃ الاحوذی“ میں فرماتے ہیں:

”حضور ﷺ کے ارشاد ”عورت چھپانے کی چیز ہے“ میں عورت کو سراپا ستر قرار دیا گیا، کیونکہ جب وہ عیاں ہوتی ہے تو اس سے حیا کی جاتی ہے، جیسا کہ ستر سے اس کے ظاہر ہونے پر حیا کی جاتی ہے۔ اور حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”جب وہ عورت ظاہر ہوتی ہے تو شیطان اسے جھانک کر دیکھتا ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان عورت کو مردوں کے لئے مزین کر کے پیش کرتا ہے، اور بعض علماء فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان اس کی طرف دیکھتا ہے تاکہ اس عورت کو بہکائے اور اس کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو بھی گمراہی میں مبتلا کرے۔ بہرحال اس حدیث میں عورت کے عیاں ہونے اور اس کے نکلنے کو قبیح قرار دیا گیا کیونکہ جب وہ نکلتی ہے تو شیطان آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھتا ہے تاکہ اسے دوسروں کے ذریعہ گمراہ کرے، اور دوسروں کو اس کے ذریعہ گمراہ کرے تاکہ ان دونوں کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو فتنہ میں مبتلا کرے۔ حدیث کا ایک مطلب یہ بھی لیا گیا ہے کہ شیطان سے مراد فاسق انسان ہے جسے تشبیہ کی بناء پر شیطان کہا گیا۔“

خاوند کے لئے بناؤ سنگھار کی ترغیب

(۳۰) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جب تم میں سے کوئی رات کو (سفر سے واپس) پہنچے تو اپنی بیوی کے پاس رات کے وقت نہ آئے یہاں تک کہ خاوند سے دور رہنے والی زائد بالوں کو صاف کر دے اور پراگندہ بالوں والی عورت کنگھی کر لے۔“

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۰۷۹) ومسلم (۷۱۵) وابوداود (۲۷۷۸) والدارمی (۲۲۱۶) واحمد (۱۳۷۷۲))

شرح حدیث

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں دور دراز کے سفر سے آنے والے شخص کے لئے اس بات کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس رات کے وقت اچانک (بغیر اطلاع) آجائے، البتہ اگر سفر قریب کا ہو اور بیوی کو اس کے آنے کی امید اور توقع بھی ہو تو پھر اس طرح آنے میں کوئی حرج نہیں، اور اگر وہ کسی بڑے لشکر یا فوج میں تھا اور اس لشکر کی واپسی کی خبر مشہور تھی اور اس کی بیوی اور گھر والوں کی بھی اس کی آمد کی اطلاع تھی تو اب وہ جب چاہے آسکتا ہے، اس میں کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ اب وہ علت ختم ہوگئی جس کی وجہ سے نہی وارد ہوئی تھی۔''

خوشبو لگا کر باہر نکلنے کی ممانعت

(۳۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرے تاکہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ ایسی ہے، وہ ایسی ہے'' راوی کہتے ہیں ''حضور ﷺ نے ایسی عورت کے بارے میں بڑی سخت بات فرمائی''۔

(صحیح: رواہ ابوداود (۴۱۷۳) والترمذی (۲۷۸۶) والنسائی (۵۱۲۶) واحمد (۱۹۰۸۱)

(۳۲) حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی عورت عشاء کی نماز میں آنا چاہے تو اس رات کو خوشبو نہ لگائے''۔ (صحیح: رواہ مسلم (۴۴۳) والنسائی (۵۱۳۳) واحمد (۲۶۵۰۷)

(۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی عورت خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ مسجد میں عشاء کی نماز کے لئے

حاضر نہ ہو۔''

(صحیح: رواہ مسلم (۴۴۴) وابوداؤد (۴۱۷۵) والنسائی (۵۱۲۸) واحمد (۷۹۷۵))

مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے ممانعت

(۳۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس مرد پر لعنت کی ہے جو عورتوں جیسا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں جیسا لباس پہنے۔''

(صحیح: رواہ ابوداؤد (۴۰۹۸) واحمد (۸۱۱۰))

ستر کی حفاظت کا اہتمام کرنے کی وصیت

(۳۵) حضرت ابوملیح ہذلیؒ فرماتے ہیں: اہل حمص یا اہل شام کی کچھ عورتیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا: ''تم ہی وہ ہو کہ جن کی عورتیں کرائے کے حماموں میں داخل ہوتی ہیں، جبکہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے'' جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ کپڑے اتارتی ہے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان کے پردے کو پھاڑ دیتی ہے۔''

(حسن: رواہ ابوداؤد (۴۱۱۰) والترمذی (۲۷۵۰) والدارمی (۲۱۵۱) واحمد (۲۴۸۷۹))

کیا عورتوں کے لئے خوشبو کا استعمال جائز ہے؟

(۳۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی بو تیز ہو اور رنگ ہلکا ہو (جیسے گلاب کی خوشبو، مشک، عنبر، کافور وغیرہ) اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور بو پوشیدہ ہو۔ (جیسے زعفران) (حسن لغیرہ: رواہ الترمذی (۲۷۸۷) والنسائی (۵۱۱۸))

شرح حدیث:

ابن الجوزی ؒ فرماتے ہیں: عورتوں کو پوشیدہ قسم کی خوشبو لگانے کی نصیحت اس لئے فرمائی گئی تاکہ تیز خوشبو اس کی آمد کی خبر دے گی، خصوصاً جب وہ گھر سے نکلے گی، اور عورت کو ہر اس چیز سے منع کیا گیا ہے جو اس کی خبر دے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ﴾

(سورة النور: ۳۱)

اور وہ عورتیں اپنے پاؤں کو زور سے زمین پر نہ ماریں کہ ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے۔''

زیورات کے استعمال میں ادائیگی زکوٰۃ کے بغیر مبالغہ کی ممانعت

(۳۶) حضرت عمرو بن شعیب ؒ نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے، حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے ان کنگنوں کی زکوٰۃ دی ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''نہیں'' (میں نے ان کی زکوٰۃ نہیں دی) حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس بات کو پسند کرتی ہے کہ تجھے ان دو کنگنوں کے عوض میں قیامت کے دن آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟'' راوی کہتے ہیں: اس عورت نے اسی وقت وہ دونوں کنگن اتارے اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا: ''یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔'' (صحیح: رواہ ابوداؤد (۱۵۶۳) والنسائی (۲۴۷۹) واحمد (۶۶۲۹))

بال لگوانے سے اجتناب کی وصیت

(۳۸) حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی اکرم ﷺ نے بال

لگانے والی اور لگوانے والی (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے''۔

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۹۳۶) ومسلم (۲۱۲۲) والنسائی (۵۰۹۴) وابن ماجہ (۱۹۸۸) واحمد (۲۴۲۸۲))

شرح حدیث

شارح صحیح مسلم علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

''اس حدیث مبارکہ میں بال لگوانے کی حرمت کا صریح بیان ہے، اور حضور ﷺ نے بال لگانے اور لگوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے، یوں تو یہ حکم ظاہر اور مختار ہے، لیکن علماء کرام نے اس کی کچھ تفصیل بیان کی ہے، فرماتے ہیں: اگر عورت نے کسی انسان کے بال لگوائے تو یہ سب کے نزدیک حرام ہے خواہ بال مرد کے ہوں یا عورت، محرم کے ہوں خاوند کے ہوں، یا کسی کے بھی ہوں کیونکہ احادیث میں عموم پایا جارہا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان کے بالوں اور تمام اجزاء سے انسانی کرامت کی بنیاد پر فائدہ اٹھانا حرام ہے، بلکہ اس کے بالوں، ناخنوں اور دوسرے اجزاء کو دفن کردیا جائے گا۔ اور اگر وہ بال انسان کے علاوہ کسی اور چیز کے ہوں تو یہ دو حال سے خالی نہ ہوں گے یا تو بال میت کے ہوں گے یا کسی ایسے جانور کے ہوں گے جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اور اس کی زندگی میں اتارے جائیں تو یہ بھی حدیث کی وجہ سے حرام ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بال ناپاک ہیں لہٰذا بال لگا کر قصداً وعمداً نماز میں نجاست کا حامل ہونا لازم آئے گا۔ عورت خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ دونوں کا ایک ہی حکم ہے، اور غیر انسان کے پاک بال کوئی عورت لگاتی ہے تو یہ دو حال سے خالی نہیں، اگر عورت کا خاوند یا آقا نہ ہو تو جائز نہیں، اور اگر اس کا خاوند یا آقا ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے، اور اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(اول) احادیث کے ظاہر کی وجہ سے ایسے بالوں کا استعمال بھی جائز نہیں۔

(دوم) ایسے بال لگانا حرام نہیں۔

لیکن اس سلسلہ میں صحیح ترین اور راجح ترین قول یہ ہے کہ اگر اس عورت نے خاوند یا آقا کی اجازت سے ایسا کیا تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں، علماء فرماتے ہیں: عورت کا چہرہ پر سرخی لگانا اور بالوں پر خضاب وغیرہ لگانا اور انگلیوں کو رنگنا وغیرہ اس کا خاوند یا آقا نہ ہو اور اگر ہو اور یہ اس کی اجازت کے بغیر ایسا کرے تو جائز نہیں، اور اگر اس کی اجازت سے ایسا کیا تو جائز ہے۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: ''علماء کا اس مسئلہ کے بارے میں اختلاف ہے، امام مالک اور طبری رحمہما اللہ فرماتے ہیں اور یہ قول اکثر فقہاء کا ہے کہ ''بال لگوانا ہر حال میں ممنوع ہے خواہ وہ کسی چیز کے بال ہی لگائے، روئی کے بال گوندوائے یا کسی کپڑے کے ذریعہ ایسا کرے، اور انہوں نے حضرت جابر کی حدیث سے استدلال کیا ہے جسے امام مسلم نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کو پرزور تنبیہ اور ممانعت فرمائی ہے کہ وہ اپنے سر پر کسی چیز کو گوندوائے۔''

لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں: ''ممانعت بال لگوانے کے ساتھ خاص ہے، اگر کوئی عورت روئی لگوائے یا کوئی کپڑا وغیرہ استعمال کرے تو جائز ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء تمام صورتوں کے جواز کے قائل ہیں۔ ایسا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن یہ روایت صحیح سندوں سے ثابت نہیں، صحیح قول حضرت عائشہؓ کا بھی جمہور والا ہی ہے'' ۔

قاضی عیاضؒ یہ بھی فرماتے ہیں:

''رنگدار ریشمی دھاگوں اور اس جیسی دوسری چیزیں جو بالوں کے مشابہ نہ ہوں ان کا باندھنا ممنوع نہیں ہے، کیونکہ یہ بال گوندوانے کے حکم میں نہیں اور نہ ہی بال گوندوانے سے حاصل ہونے کے مقصود میں شامل ہے، یہ تو محض حسن و جمال میں اضافہ کے لئے ہے۔'' مذکورہ حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ بال گوندوانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ ایسا کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے، اور اس حدیث سے یہ

بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ حرام میں مدد کرنے والا گناہ میں شریک ہوتا ہے جیسے کسی نیکی کے کام میں معاونت کرنے والا ثواب میں حصہ دار ہوتا ہے۔''

(۳۹) ایک روایت میں آتا ہے: ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میری ایک بیٹی ہے جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے اس کو خسرہ لاحق ہوا جس کی وجہ سے اس کے بال گر گئے، کیا میں اس کو کسی دوسری عورت کے بال لگا دوں، حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(۴۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''ایک انصاری عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کروائی، لیکن اس کے سر کے بال کسی بیماری کی وجہ سے گر گئے، وہ انصاری خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا ماجرا بیان کیا اور عرض کیا: ''اس کا خاوند اس کا حکم دیتا ہے کہ میں اسے بال لگاؤں'' حضور ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے بال لگانے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۲۰۵) ومسلم (۲۱۲۳)

شرح حدیث

امام طبرانی اپنی تفسیر میں (۱۰\۳۷۷) فرماتے ہیں:

کسی عورت کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اللہ کی پیدا کردہ صورت و حالت کو مزید خوبصورتی کے حصول کے لئے کسی کمی یا زیادتی سے تبدیل کرے، نہ خاوند کے لئے وہ ایسا کرسکتی ہے نہ غیر خاوند کے لئے، لہٰذا جس عورت کی بھنویں ملی ہوئی ہوں اسی وجہ سے وہ دونوں کے درمیان کشادگی کو ظاہر کرنے کے لئے ان کے درمیانی بال زائل کردے یا بھنوؤں کا درمیانی حصہ ملا دے، اور جس عورت کا کوئی زائد دانت ہو وہ اس کو اکھیڑ دے یا لمبا دانت ہو وہ اس کو کاٹ ڈالے، یا داڑھی یا مونچھ ہو یا نچلے ہونٹ اور ٹھوڈی کے

درمیان بال ہوں اور جس عورت کے بال چھوٹے یا معمولی ہوں، وہ ان کو لمبا کر ڈالے، یا کسی دوسری عورت کے بالوں کے ذریعہ ان کو بڑا کرے تو سارے افعال نہی میں داخل ہیں اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنے کے حکم میں ہیں۔"

لیکن اس حکم سے ان صورتوں کو مستثنیٰ کیا جائے گا جن میں نقصان یا تکلیف کے اندیشہ سے ایسا کیا جائے۔

(۴۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس عورت نے اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بال داخل کئے تو درحقیقت اس نے انہیں جھوٹ اور جعل سازی کے طور پر انہیں داخل کیا۔"

(صحیح: رواہ احمد (۱۶۴۸۲) واوردہ الشیخ الالبانی رقم (۱۰۰۸)

شرح حدیث

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں:

"یہ اس عورت کا حکم ہے جو اپنے بالوں میں دوسری عورت کے بال داخل کرے اور جو عورت اپنے سر پر وِگ وغیرہ رکھے اس کا حکم کیا ہے؟ اور مطلقاً یا کسی مذہب کی تقلید کرتے ہوئے اس کی اجازت کا فتویٰ دینے والے کا حکم کیا ہے جو احادیث صحیحہ کی مخالفت کی پرواہ بھی نہیں کرتا؟"۔

گدائی کروانے، چہرہ کے بال اکھاڑنے اور دانتوں کے درمیان خلا پیدا کرنے کی ممانعت

(۴۲) حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے گدائی کرنے والی عورتوں، گدائی کروانے والی عورتوں، چہرہ کے بال اکھاڑنے والی عورتوں، اور بغرض زینت دانتوں کو الگ الگ کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ

کی تخلیق کو تبدیل کرنے والی ہیں۔'' جب یہ روایت بنو اسد کی ام یعقوب نامی عورت نے سنی تو کہا: مجھے آپ کی طرف سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے فلاں فلاں عورت پر لعنت کی ہے۔'' حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: میں ان عورتوں پر لعنت کیوں نہ کروں جن پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور جن کے بارے میں کتاب اللہ میں بھی یہی ہے'' اس عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے لیکن میں نے اس میں آپ کے قول کے مطابق کوئی حکم نہیں دیکھا۔'' حضرت عبداللہ نے فرمایا: اگر تو قرآن کو پڑھتی تو اس حکم کو دیکھ لیتی، کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی:

﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

''جس چیز کا تمہیں رسول حکم دیں اسے اختیار کرلو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔''

عورت نے کہا، کیوں نہیں (میں نے یہ آیت پڑھی ہے) صحابی رسول نے فرمایا: ''بلاشبہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے'' اس عورت نے کہا'' میں آپ کی بیوی کو دیکھتی ہوں کہ وہ ایسا کرتی ہیں'' صحابی نے فرمایا: ''تو جا کر دیکھ سکتی ہے'' وہ عورت گئی اور جا کر دیکھا لیکن ان کو ایسا نہ کرتے ہوئے پایا، حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: اگر وہ ایسا کرتی تو میں اس سے جماع نہ کرتا۔'' (متفق: رواہ البخاری (۴۸۸۶) ومسلم (۲۱۲۵)

شرح حدیث

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''گدائی کرنے سے مراد یہ ہے کہ عورت سوئی یا اس جیسی کوئی چیز ہتھیلی کے پچھلے حصہ، کلائی یا ہونٹ وغیرہ میں چبھوئے جب اس سے خون نکل آئے تو اس میں سرمہ کوئی پاؤڈر یا سفوف وغیرہ ڈال دے جس سے وہ زخم رنگدار ہو جاتا ہے اور یہ عمل زیبائش

اور نقش و نگار کے لئے کیا جاتا ہے، کبھی یہ زیادہ مقدار میں ہوتا ہے کبھی کم ہوتا ہے، گدائی کرنا بھی حرام ہے اور گدائی کروانے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، کبھی چھوٹی بچی کی گدائی بھی کی جاتی ہے، اس صورت میں بچی کی گدائی کرنے والی عورت گناہ گار ہوگی، بچی کو مکلف نہ ہونے کی بنیاد پر گناہ نہ ہوگا، ہمارے فقہاء فرماتے ہیں: وہ جگہ جہاں گدائی کی گئی ہو ناپاک ہے، اگر کسی علاج و تدبیر سے اس کا ازالہ ممکن ہو تو ازالہ کرنا واجب ہے اور اگر صرف زخمی کرنے سے ہی اس کو ختم کرنا ممکن ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں اگر زخمی کرنے سے عضو کے ضائع ہونے، بیکار ہونے یا بہت زیادہ متاثر ہونے کا خوف ہو تو ازالہ کرنا واجب نہیں، لہٰذا اگر وہ ظاہر بھی ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا اور اگر مذکورہ صورتوں میں کسی کا خوف نہ ہو تو ازالہ کرنا لازم ہے اور تاخیر کرنے والا گناہ گار ہوگا، اور اس عمل میں عورتیں اور مرد سب برابر ہیں۔ (اور ان کا ایک ہی حکم ہے) واللہ اعلم۔

اپنے چہرے سے بال اکھاڑنا یا کسی دوسری عورت کے چہرہ سے بال اکھاڑنا دونوں کو حرام قرار دیا گیا، لیکن اگر عورتوں کی داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اسکے اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ایسا کرنا مستحب ہے، بعض علماء نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے جیسے ابن جریر وغیرہ کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ حالت کو کمی و زیادتی کے ساتھ تبدیل کرنا جائز نہیں، لیکن ہمارا مذہب یہی ہے کہ داڑھی، مونچھ اور نچلے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان کے بال وغیرہ کو زائل کرنا مستحب ہے، ممانعت تو بھنوؤں اور چہرہ کے اطراف کے بالوں کے بارے میں ہے۔"

دانتوں کے درمیان خلا پیدا کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور ایسا بوڑھی یا ادھیڑ عمر عورتیں کرتی ہیں، جس کا مقصد عمر چھپانا اور دانتوں کی خوبصورتی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے کیونکہ یہ معمولی سا خلا چھوٹی بچیوں کے دانتوں میں ہوتا ہے، اور جب عورت بوڑھی اور ادھیڑ عمر کا شکار ہو جائے تو دانتوں میں خلا پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ خوبصورت و جوان لگے اور اس کے کم عمر ہونے کا وہم ہو۔ دانتوں کو الگ الگ کرنے اور کروانے والی

عورتوں پر لعنت کی گئی ہے اور یہ فعل حرام ہے کیونکہ یہ اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنا ہے، جعل سازی اور دھوکہ دہی ہے۔

روایت میں آنے والے لفظ'' خوبصورتی کے لئے دانتوں کو الگ الگ کرنے والی عورتیں'' سے ایک اشارہ ملتا ہے کہ دانتوں میں خلا پیدا کرنا اس وقت حرام ہے جب خوبصورتی بڑھانے کے لئے ہو اگر کسی ضرورت، علاج یا دانتوں میں کسی عیب کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مذکورہ حدیث میں صحابی کا قول وارد ہے کہ'' اگر وہ عورت ایسا کرتی تو میں اس سے جماع نہ کرتا'' اس کے مفہوم میں محدثین کی رائے مختلف ہے، جمہور محدثین فرماتے ہیں:'' اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اسکے ساتھ نہ رہتا بلکہ اس کو طلاق دے کر جدائی اختیار کر لیتا۔'' جبکہ قاضی عیاض فرماتے ہیں:'' اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس سے شرعی ملاقات یعنی وطی نہ کرتا''۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے اور جمہور کا قول ہی صحیح اور راجح ہے۔ اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کسی آدمی کی بیوی کسی معصیت کا ارتکاب کرتی ہو مثلاً بال لگوائے یا نماز چھوڑتی ہو تو ایسی عورت کو طلاق دینا ہی مناسب ہے۔

﴿شادی بیاہ اور ازدواجی زندگی کے متعلق ہدایات﴾

بالغ ہوتے ہی لڑکی کی شادی کروانے کا حکم

(۴۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا، (۱) نماز، جب اس کا وقت ہو جائے (۲) جنازہ جب حاضر ہو جائے (۳) لڑکی کی شادی جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے۔''

(احسن: رواہ الترمذی (۱۰۷۵) واحمد (۸۳۰)

شرح حدیث

جوڑ کا خاوند ملنے سے مراد یہ ہے کہ عورت اور مرد چند چیزوں میں ایک دوسرے کے برابر ہوں (۱) اسلام (۲) آزادی (۳) دینداری (۴) نسب وخاندان (۵) پیشہ۔

(۴۴) حضرت ابولبیبہ سے منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کی کوئی اولاد ہو اور وہ بالغ ہو جائے اور اس کے پاس اس کی شادی کے لئے رشتہ موجود ہو اور وہ شادی نہ کروائے، اب اگر اولاد سے کوئی گناہ سرزد ہوا تو اس کا وبال ان دونوں پر ہوگا۔''

موضوع سے متعلق چند آثار واقوال

اس مضمون کے بارے میں بہت سے اقوال وآثار ملتے ہیں، ہم ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں:

حاتمؒ فرماتے ہیں: جلدی شیطان کی طرف سے ہے لیکن پانچ چیزوں میں

نہیں (۱) کھانا کھلانے میں جب مہمان حاضر ہو جائے (۲) میت کو دفنانے میں جب وہ فوت ہو جائے (۳) کنواری کی شادی کروانے میں جب وہ بالغ ہو جائے (۴) قرض کی ادائیگی میں جب واجب الاداء ہو جائے (۵) گناہ سے توبہ میں جب وہ سرزد ہو جائے۔" (حلیۃ الاولیاء: ۷۸/۸)

جب کوئی آدمی اپنی بیٹی کی شادی کروانا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ کوئی خوش شکل خوبصورت جوان تلاش کرے کیونکہ جو چیز مرد پسند کرتا ہے وہ عورت بھی پسند کرتی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم میں سے کوئی شخص اپنی بیٹی کے نکاح کا ارادہ کرتا ہے پس اس کی شادی کسی بدشکل گھٹیا آدمی سے کر دیتا ہے حالانکہ عورتیں بھی اس چیز کو چاہتی ہیں جسے مرد پسند کرتا ہے۔ (رواہ عبدالرزاق (۱۵/۶))

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عورت کی کسی بدشکل اور گھٹیا آدمی سے شادی نہ کرو کیونکہ وہ اپنے لئے اس چیز کو پسند کرتی ہے جسے تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔"

نیک آدمیوں سے لڑکیوں کی شادی کروانے کا حکم

(۴۵) ابو حاتم مزنی حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کی عادات اور دین داری تمہیں پسند آجائے تو اس کی شادی کرادو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ وفساد کا باعث ہوگا۔" لوگوں نے عرض کیا: " یا رسول اللہ! اگر اس شخص میں کوئی دوسرا نقص موجود ہو؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جس کی عادات ودینداری تم پسند کرتے ہو تو اس کی شادی کروادو" حضور ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی"۔ (حسن لغیرہ: رواہ الترمذی)

(۴۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے

ہیں: ''جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھجوائے جس کی عادات اور دینداری تم پسند کرتے ہو تو اس کی شادی کروادو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا''۔

(حسن لغیرہ: رواہ الترمذی (۱۰۸۴) وابن ماجہ (۱۹۶۷))

حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نکاح ایک غلامی ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو غور فکر کر لینا چاہیے کہ اپنی آزاد لڑکی کو کہاں غلام بنا رہا ہے۔''

(صحیح موقوفاً: رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ (۷/۸۲))

حضرت اسود بن ابی عامرؒ فرماتے ہیں: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے کفو (میاں بیوی کی برابری) کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کس چیز میں ہوتی ہے؟ فرمایا'' کفوء دین داری اور عہدہ ومنصب میں ہوتی ہے'' میں نے عرض کیا: آپ کی مراد مالداری ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''نہیں''

(رواہ ابن ابی الدنیا (۱۲۱) والدارقطنی فی السنن (۳/۲۹۹))

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس نے کسی فاسق شخص سے لڑکی کی شادی کی، درحقیقت اس نے قطع رحمی کی۔'' (صحیح: رواہ ابن ابی الدنیا (۱۲۲))

امام شعبی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے فاسق آدمی سے اپنی بیٹی کی شادی کرتا ہے جو دین داری اور خوف خدا سے عاری ہے تو شادی کروانے والا قطع رحمی کا سبب بنا ہے، کیونکہ یہ فاسق آدمی اس کی لڑکی سے بدسلوکی کرے گا، اسی طرح یہ شادی کروانے عورت کو خاوند کی قطع رحمی پر ابھارنے والا ہے کیونکہ خاوند کے برے سلوک کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ صلہ رحمی نہیں کر سکتی۔

ایک آدمی نے حضرت حسن بصری ؒ سے کہا: ''میری ایک بیٹی ہے جس کے بارے میں پیغام نکاح آرہا ہے میں کس سے اس کی شادی کروں؟'' حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: ''اپنی بیٹی کی شادی اس شخص سے کر جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو کیونکہ ایسا

شخص اگر اس سے محبت کرے گا تو اس کی عزت کرے گا اور اگر اس سے نفرت کرے گا تو اس پر ظلم نہ کرے گا''۔

حضرت انس سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''ابوطلحہؓ نے ام سلیم کو نکاح کا پیام بھجوایا، حضرت ام سلیم نے جواب دیا: ''مجھے تجھ سے کوئی رغبت نہیں اور تیرے جیسے شخص کو انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن تو کافر ہے، اگر تو اسلام قبول کرے تو یہی میرا مہر ہے میں تجھ سے اس کے سوا کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتی۔'' یہ جواب سن کر حضرت ابوطلحہؓ مسلمان ہو گئے اور ام سلیم سے شادی کر لی''۔

ابو ملیحؒ فرماتے ہیں: ایک آدمی میمون بن مہران کے پاس ان کی بیٹی کا رشتہ مانگنے آیا، میمون نے کہا: میں اپنی بیٹی کو آپ کے لئے پسند نہیں کرتا۔'' اس شخص نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''وہ زیورات اور کپڑے کے جوڑوں کی شوقین ہے'' اس آدمی نے کہا: جو وہ چاہتی ہے میرے پاس موجود ہے'' میمون نے کہا'' تب تو میں تجھے اس کے لئے پسند نہیں کرتا۔''

حضرت سعید بن المسیبؒ کی بیٹی کی شادی کا قصہ

ابوبکر بن ابی داؤد فرماتے ہیں: عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کے لئے سعید بن مسیب کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا لیکن سعید بن مسیبؒ نے انکار کر دیا تھا، جس کی پاداش میں عبدالملک ان کے خلاف مختلف سازشیں کرتا رہا یہاں تک کہ انہیں سردی کے دن سو کوڑے مارے اور ان پر پانی کا گھڑا انڈیلا اور ان کو اون کا جبہ پہنایا (اس کے بعد راوی نے سند ذکر کرنے کے بعد ابن ابی وداعہ کا قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا) میں سعید بن مسیبؒ کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا، میں کچھ دن حاضر ہو سکا، جب میں آیا تو حضرت سعیدؒ نے پوچھا: آپ کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا'' میری بیوی فوت ہو گئی تھی اس کی مشغولیت کی بناء پر حاضر نہ ہو سکا'' سعید بن مسیبؒ نے فرمایا: ''آپ نے ہمیں اطلاع ہی نہ دی کی کہ ہم بھی

اس کے جنازہ میں حاضر ہو جاتے ہیں، اور کیا آپ نے کوئی دوسری عورت تلاش کی ہے؟''
میں نے کہا: ''اللہ آپ پر رحم کرے، مجھ سے کون شادی کروائے گا حالانکہ میں صرف دو یا تین
دراہم کا مالک ہوں؟'' سعید بن مسیبؒ نے فرمایا: میں تیری شادی کرواؤں گا'' میں نے
عرض کیا'' کیا آپ ایسا کریں کریں گے؟'' فرمایا''ہاں'' اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء بیان کی
درود و سلام پڑھا اور دو یا تین درہم کے بدلہ (اپنی بیٹی سے) میری شادی کرا دی، میں وہاں
سے اٹھا لیکن خوشی کی وجہ سے میری سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ کیا کروں؟ میں اپنے گھر گیا، اس
دن میرا روزہ تھا، میں افطار کے لئے رات کا کھانا لایا جو روٹی اور زیتون کے تیل پر مشتمل تھا،
اچانک میرے دروازے پر دستک ہوئی، میں نے پوچھا، ''کون'' جواب ملا ''سعید'' یہ سن کر
میں نے سعید بن مسیبؒ کے علاوہ ہر اس شخص کے بارے میں سوچا جس کا نام سعید تھا،
کیونکہ حضرت سعید بن مسیب کو چالیس سال سے ان کے گھر اور مسجد کے درمیان ہی دیکھا
گیا تھا، میں باہر نکلا تو سعید بن مسیبؒ کھڑے تھے، میں نے گمان کیا کہ ان کے سامنے کوئی
بات ظاہر ہوئی (اور شاید انکار کر دیں) میں نے عرض کیا: ''اے ابو محمد! آپ مجھے بلواتے میں
حاضر ہو جاتا'' حضرت سعیدؒ نے فرمایا: ''نہیں آپ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کے
پاس آیا جائے، آپ ایک بے نکاح شخص تھے میں نے آپ کی شادی کروادی تو یہ بات مجھے
ناپسند معلوم ہوئی کہ آپ تنہا رات گزاریں لہٰذا آپ کی بیوی حاضر ہے'' وہ ان کے پیچھے ان
کی سیدھ میں کھڑی تھیں، حضرت سعید نے ان کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ سے اندر کیا اور دروازہ بند
کر دیا، وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی، میں نے دروازہ کو مضبوطی سے بند کیا، پیالہ کو چراغ کے
سایہ میں رکھا تاکہ وہ اسے دیکھ نہ لے، پھر میں چھت پر چڑھ گیا اور پڑوسیوں کو آواز دی، وہ
باہر آئے اور میری خیریت پوچھی، میں نے ان کو گھر کا سارا ماجرا سنایا، وہ اس کے پاس آگئے،
میری والدہ کو خبر پہنچی وہ بھی آگئیں اور مجھے کہا: ''تیرے لئے میرا چہرہ دیکھنا حرام ہے اگر تو نے
میرے تین دن تک اس کو سنگھارنے سے پہلے اس کو ہاتھ لگایا'' میں تین دن تک رکا رہا، پھر
اس سے ملاقات کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، قرآن مجید کو

سب سے زیادہ یاد رکھنے والی، سنت رسول ﷺ کو سب سے زیادہ جاننے والی اور خاوند کے حقوق کو سب سے زیادہ پہنچانے والی تھی، میں شادی کے ایک مہینہ بعد تک حضرت سعید بن مسیّب کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا، پھر میں آیا تو وہ اپنے حلقہ میں بیٹھے تھے، میں نے سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور مجلس برخاست ہونے تک مجھ سے کوئی بات نہ کی، جب سب لوگ چلے گئے تو فرمایا: ''اس انسان کا کیا حال ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''اے ابو محمد! وہ خیریت سے ہیں اور اس حالت میں ہیں جسے دوست پسند اور دشمن ناپسند کرتا ہے''۔ حضرت سعید بن مسیّبؒ نے فرمایا: اگر تجھے اس کی کوئی بات ناپسند لگے تو عصا استعمال کرنا'' جب میں گھر واپس آ گیا تو انہوں نے میرے لئے بیس ہزار درہم بھیجے۔''

حضرت طلق بن غنام فرماتے ہیں: حضرت حفصؒ نماز کے ارادہ سے نکلے، میں تنگ راستہ میں ان کے ساتھ تھا کہ ایک خوبصورت عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: اللہ تعالیٰ قاضی کے حالات درست کرے، میرے بھائیوں کو میری وجہ سے نقصان پہنچا ہے لہٰذا میری شادی کروا دیجئے۔'' حضرت حفصؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے طلق! جاؤ اور اگر اس کو نکاح کا پیغام بھجوانے والا برابری دار ہو تو اس کی شادی کروادو، اگر وہ نشہ کرتا ہو تو شادی نہ کروانا اور اگر رافضی ہو تو پھر بھی شادی نہ کروانا۔'' میں اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اگر رافضی ہو تو اس کے نزدیک تین طلاقیں ایک ہیں اور نبیذ پی کر نشہ کرتا ہو تو وہ طلاق دے دے گا اور اس کو علم بھی نہ ہوگا۔''

(تحفۃ العلماء بترتیب سیر اعلام النبلاء: ص ۸۹۰، ۸۹۱)

ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے سے ممانعت

(۴۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: جس عورت نے اپنے ولیوں کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے، اگر آدمی نے عورت سے شرعی ملاقات

کی تو اس کی مہر ملے گا اس کے بدلہ جو اس عورت کے ساتھ ہوا، اور اگر اولیاء کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو بادشاہ اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔"

شرح حدیث

امام خطابیؒ "معالم السنن" میں فرماتے ہیں:

"اولیاء کے اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ وہ نکاح کے عقد سے منع کریں، عقد کروانے میں سبقت کا جھگڑا مراد نہیں، اگر ان کا عقد نکاح میں جھگڑا واقع ہوا اس حال میں کہ ولایت کے مرتبہ میں وہ سب برابر تھے تو سب سے پہلے نکاح کروانے والے کا عقد معتبر ہوگا بشرطیکہ عورت کی مصلحت کا اعتبار کرتے ہوئے اس نکاح میں زیادہ شفقت ہو۔

حضور ﷺ کے ارشاد "سلطان اس شخص کا ولی ہے جس کا ولی کوئی نہ ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جب اولیاء نکاح سے روک رہے ہیں تو گویا کہ اب اس کا کوئی ولی ہی نہیں۔ لہٰذا اب بادشاہ اس کا ولی ہوگا، وگرنہ اولیاء کی موجودگی میں بادشاہ کو ولایت کا حق حاصل نہیں۔[۱]

شوہر کے حقوق ادا کرنے کی ترغیب

(۴۸) حضرت حصین بن محصن کہتے ہیں کہ ان کی پھوپھی کسی ضرورت کے سلسلہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئیں تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا: "آپ کے شوہر ہیں؟" اس نے ہاں میں جواب دیا

---

[۱] اس سلسلہ میں یہ بات مدنظر رہے کہ احناف کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح ہو جاتا ہے لیکن اگر نکاح غیر کفو میں ہوا تو اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا، ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کا ہو جانا قرآن مجید کی آیت "حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ" سے معلوم ہوتا ہے، جب کہ یہاں ذکر کردہ حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

تو حضور ﷺ نے پوچھا: ''آپ ان کے حق میں کیسی ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا: '' میں ان کی صرف اس بات کا انکار کرتی ہوں جسے میں نہ کرسکوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: تو غور کرلے کہ تیرا اس کے ساتھ کیا سلوک ہے کیونکہ تیری جنت اور دوزخ تیرا خاوند ہے۔'' (صحیح: رواہ النسائی فی الکبریٰ (۲/۸۶) واحمد (۱۸۵۲۴) والحاکم (۲/۱۸۹)

(۴۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''عورت اس وقت روزہ نہ رکھے جب اس کا خاوند حاضر ہو، البتہ اس کی اجازت سے رکھ سکتی ہے''۔

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۱۹۲) ومسلم (۱۰۲۶) وابوداود (۲۴۵۸) والترمذی (۷۸۲) وابن ماجہ (۱۷۶۱) والدارمی (۱۷۲۱) واحمد (۱۰۱۱۷)

شرح حدیث

امام مبارکپوریؒ ''تحفۃ الاحوذی'' میں فرماتے ہیں:

''شوہر کے حاضر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا شوہر اس کے شہر میں اس کے ساتھ موجود ہو اور یہ اجازت صراحۃً ہو یا کنایۃً کہ دونوں طرح روزہ رکھنا اس کے لئے درست ہو جائے گا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''حدیث کا ظاہر اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مطلقاً نفلی روزہ رکھنا ممنوع ہے اور یہ حدیث شوافع حضرات کے خلاف دلیل ہے کہ وہ یوم عرفہ اور عاشوراء کے روزہ کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔'' امام مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: میں بھی ملا علی قاری کی تائید کرتا ہوں، البتہ نفل نماز کو روزہ کے ساتھ نہ ملایا جائے گا، کیونکہ اس کی ادائیگی کا وقت روزہ سے بہت کم ہوتا ہے، اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اعتکاف بغیر روزہ کے درست نہیں ہوتا ان کے نزدیک اعتکاف بھی روزہ کی طرح شوہر کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔

(۵۰) ایک روایت میں آتا ہے: جس عورت کا خاوند اس کے ساتھ موجود ہو وہ رمضان کے علاوہ کوئی نفلی روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے۔"

(صحیح: رواہ الدارمی (۱۷۲۰) واوردہ الشیخ الالبانی (۳۹۵))

(۵۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک عورت آئی اور عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرا خاوند صفوان بن معطل نماز پڑھنے پر مجھے مارتا ہے، اگر روزہ رکھوں تو روزہ توڑنے کا حکم دیتا ہے اور صبح سورج طلوع ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھتا ہے۔" اس دوران حضرت صفوانؓ وہاں موجود تھے، حضور ﷺ نے ان سے ان کی بیوی کی شکایات کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اس کا یہ کہنا کہ نماز پڑھنے پر مجھے مارتا ہے تو یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ نماز میں (ایک یا دو رکعتوں میں) دو (لمبی) سورتیں پڑھتی ہے، جبکہ میں نے اس کو ایسا کرنے سے منع کیا ہے" حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر ایک سورت پڑھی جائے تو لوگوں کے لئے کافی ہے" صفوان بن معطلؓ نے عرض کیا" اس کا یہ کہنا کہ یہ مجھے روزہ توڑنے کا حکم دیتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نوجوان آدمی ہوں اور صبر نہیں کر سکتا" اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "عورت صرف اپنے شوہر کی اجازت سے روزہ رکھے" صفوانؓ نے عرض کیا: اور اس کا یہ کہنا کہ میں سورج کے طلوع ہونے کیبعد نماز پڑھتا ہوں تو یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم ایک ایسے خاندان والے ہیں (جو رات کو کام کرتے ہیں اور رات کے آخری حصہ میں سوتے ہیں) ہمارے بارے میں مشہور ہے کہ ہم سورج طلوع ہونے سے پہلے نہیں اٹھ سکتے" حضور ﷺ نے فرمایا "جب تو بیدار ہو اس وقت نماز پڑھ لیا کر۔"

(صحیح: رواہ ابوداؤد (۲۴۵۹) واحمد (۱۱۳۵۰) واوردہ الشیخ الالبانی (۳۹۵))

شرح حدیث

امام خطابیؒ ’’معالم السنن‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’حضور ﷺ نے فرمایا: ’’عورت خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے‘‘ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے حقوق متعہ وعشرت اکثر احوال میں خاوند کے زیر ملکیت ہیں، اور عورت کا حق اپنے نفس کے بارے میں بعض اوقات ہے اور بعض اوقات نہیں بھی ہے، اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر عورت ادائیگی حقوق اور ازدواجی تعلقات میں کوئی کمی کرے تو خاوند اسے ہلکی پھلکی سزا دے سکتا ہے، اور اس حدیث میں اس بات کی طرح دعوت ورہنمائی ملتی ہے کہ اگر عورت حج کا احرام باندھ لے تو خاوند کو اس روکنے کا اختیار حاصل ہے، کیونکہ خاوند کے حق کی ادائیگی فوری لازم ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی میں تراخی کی گنجائش ہے، عطاء بن ابی رباحؒ کا یہی مسلک ہے اور تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خاوند کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ عورت کو نفلی حج سے روک دے۔‘‘

امام خطابیؒ مزید فرماتے ہیں:

’’حضور ﷺ کا حضرت صفوانؓ سے فرمانا کہ ’’جب تو بیدار ہو تو نماز پڑھ لیا کرو‘‘ یہ اللہ کی اپنے بندوں سے نرمی اور حضور کی اپنی امت سے ہمدردی کا حامل ایک عجیب حکم ہے۔ اور حضرت صفوان کی اس حالت کو طبیعت اور عادت کے سامنے مجبور قرار دے کر معذور سمجھا جا سکتا ہے اور ایسا شخص اس آدمی کی طرح ہوتا ہے جس پر بے ہوشی طاری ہو گئی ہو ایسا شخص معذور ہوتا ہے اور اس سے کوئی مطالبہ نہیں ہوتا، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ایسا ان کے ساتھ کبھی کبھی ہوتا ہو یعنی جب ان کو جگانے اور بیدار کرنے والا کوئی موجود نہ ہو تو دن چڑھنے تک سوئے پڑے رہیں نہ یہ کہ ہمیشہ ہی ایسا ہوتا ہے کیونکہ یہ بات عقلاً بہت ناممکن ہے کہ انسان ہمیشہ ایسی حالت میں رہے اور اس کے پاس کوئی نہ ہو، یہ بات انسانی حالت کے قابل نہیں اور اس کے حالات میں اس کی رعایت نہیں کی جا

سکتی، اور اس موقع پر یہ گمان کرنا درست نہیں کہ عذر کے زوال کے بعد (خواہ کسی کے بیدار کرنے سے ہو یا جگانے سے) نماز کو اس کے وقت سے پڑھنے سے روکنا ٹھیک ہے (ایسا ہرگز نہیں) واللہ اعلم۔

(۵۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن سے واپس آئے تو عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں، کیا ہم بھی آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی انسان کو حکم دیتا کہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔'' (انفرد بہ احمد (۲۱۴۸۰)

(۵۳) حضرت قیس بن سعدؓ فرماتے ہیں: میں مقام حیرہ میں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے سوچا کہ اللہ کے رسول تو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے، لہٰذا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں مقام حیرہ میں گیا، اور میں نے وہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے ہیں، آپ تو اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا اگر تو میرے روضہ کے پاس سے گزرے تو اس کو سجدہ کرے گا؟'' میں نے منفی میں جواب دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا'' ایسا نہ کرو، اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی انسان کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں ان (خاوندوں) کے اس حق کی وجہ سے جو عورتوں پر لازم ہے۔''

(حسن: رواہ ابوداؤد فی کتاب النکاح (۲۱۴۰) والدارمی (۱۴۶۳)

خانگی زندگی کو خوشگوار بنانے کی ترغیب

(۵۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ دیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے جہنم والوں میں اکثریت عورتوں کی دیکھی ہے'' جزلہ نامی ایک خاتون نے عرض کیا: ''اے

اللہ کے رسول! ہم کس وجہ سے کثرت کے ساتھ جہنم میں جائیں گی؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "تم کثرت سے لعن طن کرتی ہو، خاوند کی ناشکری کرتی ہو اور میں نے تم سے زیادہ ناقص عقل اور دین کے اعتبار سے کسی کو نہیں دیکھا جو عقل مند آدمی کی عقل پر غالب آجائے۔" جزلہؓ نے عرض کیا" ہماری عقل اور دین کا نقص کیا ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "عقل کا نقص تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے، اور دین کا نقصان یہ ہے کہ عورت کچھ راتیں (اور دن) ایسے گزارتی ہے کہ ان میں روزہ نہیں رکھ سکتی۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۳۰۴) ومسلم (۸۰) وابو داؤد (۴۶۷۹) والنسائی (۱۵۷۶) وابن ماجہ (۴۰۰۳) احمد (۱۰۹۲۲)

شرح حدیث

امام نوویؒ "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کا فرمانا کہ عورت کئی راتیں ایسی گزارتی ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتی "اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ دن اور کچھ راتیں حیض کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتی اور کچھ دن حیض کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکتی، باقی یہ کہ حدیث کے احکام میں علوم کے چند نمونے اور جملے ہیں:

(۱) صدقہ، نیک اعمال، کثرت استغفار اور تمام اطاعات کی ترغیب موجود ہے۔

(۲) نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ بات قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

(۳) خاوند کی نافرمانی اور احسان فراموشی کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ جہنم کی وعید کسی گناہ کے کبیرہ ہونے کی علامت ہے۔

(۴) لعن طعن کرنا بھی بڑے قبیح گناہوں میں سے ہے، اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ "لعن طن کرنا" کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم کثرت سے لعن طعن کرتی ہو۔" لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب کسی صغیرہ گناہ کو

کثرت سے کیا جائے تو کبیرہ بن جاتا ہے اور اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: مومن کو لعن کرنا اس کے قتل کی مانند ہے۔''

علماء کا لعن طعن کی حرمت پر اتفاق ہے کیونکہ لغت میں اس کے معنیٰ دور کرنے اور دھتکارنے کے آتے ہیں اور اس کا اصطلاحی معنی ہے ''کسی کو حق تعالیٰ عزوجل کی رحمت سے دور کرنا'' لہٰذا کسی کو اللہ کی رحمت سے دور نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کی حالت اور خاتمہ قطعی طور پر معلوم نہیں، اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں: کسی پر لعنت کرنا جائز نہیں، خواہ مسلمان ہو یا کافر یا جانور ہی کیوں نہ ہو...... ہاں البتہ اگر نص قطعی سے یہ بات معلوم ہو کہ اس کی موت کفر پر واقع ہوئی جیسے ابوجہل یا وہ کافر جو کفر پر مرے گا جیسے ابلیس، تو ان کو لعنت کرنا جائز ہے۔

کسی کی ذات کو نشانہ بنا کر تو لعن طعن حرام ہے لیکن اگر کسی صفت پر لعنت کی جائے تو حرام نہیں جیسے بال اکھیڑنے اور بال اکھیڑنے والی عورت پر لعنت، جسم میں گدائی کرنے اور کروانے والی عورت پر لعنت، سود کھانے اور کھلانے والے پر لعنت، تصویر کشی کرنے والوں، ظالموں، کافروں، فاسقوں اور اس شخص پر لعنت جو زمین کی حد بندی کے نشان کو تبدیل کر دے، اور اس شخص پر لعنت جو دوسروں کی جائیداد کا مالک بنے اور اپنے باپ کے علاوہ دوسرے شخص کی طرف منسوب ہونے والے پر لعنت اور اسلام میں کوئی نئی بات پیدا کرنے والے پر لعنت اور بدعتی کو ٹھکانہ دینے والے پر لعنت اور اس کے علاوہ دوسری صفات جن میں کسی کی ذات پر لعنت نہیں کی گئی بلکہ مطلقاً ان مذکورہ اوصاف پر لعنت کی گئی ہے۔

(۵) اس حدیث میں لفظ کفر کا اطلاق غیر اللہ کے کفر (ناشکری) پر کیا گیا ہے جیسے خاوند، احسان، نعمت وحق کا کفر یعنی ناشکری کرنا۔

(۶) اس حدیث میں ایمان کی کمی اور زیادتی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۷) اس حدیث میں امام اور عہدہ و منصب کے حامل افراد اور بڑے لوگوں کے

لئے اپنے محکوم لوگوں کو وعظ کرنے کا درس بھی ملتا ہے کہ وہ انہیں نیکیوں پر ابھاریں اور گناہوں کے نقصانات سے ڈرائیں۔

(۸) اس حدیث سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ ہر طالب علم استاد سے اس بات کا مطلب پوچھ سکتا ہے جو اس کی سمجھ میں نہ آئے اور اس کا مفہوم اس کے لئے واضح نہ ہو، جیسا کہ حضرت جزلہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔

(۹) اس حدیث کی عربی عبارت میں لفظ ''رمضان'' لفظ ''شہر'' کی طرف اضافت کے بغیر آیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بغیر اضافت کے اس کا استعمال درست ہے اگرچہ اضافت کے ساتھ استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے۔

امام ابوعبداللہ المازریؒ فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کا فرمانا کہ ''عورتوں کی عقل ناقص ہونے کی علامت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے'' ایک خاص نکتہ کی طرف تنبیہ ہے اور وہ نکتہ یہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے قول:

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرٰى﴾

سے اشارہ فرمایا یعنی: ''ان دونوں میں سے اگر ایک بدل جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے گی''

یعنی عورتیں ضبط اور یاد رکھنے کے اعتبار سے ناقص ہیں۔

عقل کی حقیقت

علماء کا عقل کی حقیقت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک عقل ''علم'' سے عبارت ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ''عقل علوم ضروریہ کا نام ہے'' جبکہ بعض کے نزدیک ''عقل سے مراد ایسی قوت ہے جو معلومات کی حقیقتوں کو تمیز دینے کی صلاحیت رکھتی ہو''۔

عقل کی حقیقت کے بارے میں علماء نے خوب بحث و تحقیق کی اور اس کی اقسام کو بیان کیا لیکن ان کو ذکر کرنے سے طوالت کا اندیشہ ہے۔ البتہ عقل کے محل کو بیان کرنا ضروری ہے، اس بارے میں بھی اختلاف ہے، متکلمین (عقائد سے بحث کرنے والے علماء) کی رائے یہ ہے کہ عقل دل میں ہوتی ہے جبکہ علماء کرام فرماتے ہیں: ''عقل کا محل ومقام سر ہے۔''

حضور ﷺ کا عورتوں کو دین کے اعتبار سے ناقص قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ وہ حیض کے زمانہ میں نماز اور روزہ نہیں ادا کرسکتیں، اس حدیث کے معنیٰ میں بظاہر تھوڑی سی پیچیدگی معلوم ہوتی ہے لیکن در حقیقت کوئی پیچیدگی نہیں بلکہ اس حدیث کا معنیٰ ظاہر ہے، کیونکہ دین، ایمان اور اسلام ایک معنیٰ میں مشترک الفاظ ہیں اور طاعات کو ایمان اور دین کا نام دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس کی عبادات زیادہ ہوں گی اس کا ایمان اور دین بھی زیادہ ہوگا اور جس کی عبادات کم ہوں گی اس کا دین بھی ناقص ہوگا، پھر دین کے نقص کی مختلف صورتیں ہیں، کبھی تو ایسا کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے جیسے نماز روزہ اور دوسری عبادات واجبہ کو بغیر عذر کے چھوڑنا، اور کبھی دین میں کمی کی صورت میں آدمی گناہ گار نہیں ہوتا جیسے جمعہ، جہاد اور دوسری غیر واجب عبادات کو عذر کی بنا پر چھوڑنا، اور کبھی وہ دین کے کسی عمل کے ترک کرنے کا پابند اور مکلف ہوتا ہے جیسے حائضہ کا روزہ اور نماز کو چھوڑنا۔

اس موقع پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ اگر عورت معذور ہے تو کیا اگر وہ حالت حیض میں نماز ادا نہ کرے تو اسے ثواب ہوگا اگرچہ اس کی قضا نہ کرے جیسا کہ مریض اور مسافر کو ثواب ہوتا ہے اور حالت سفر اور حالت مرض میں ان کے لئے ان نفل نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے جو وہ صحت اور سفر کی حالت میں ادا کیا کرتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی عورت ایسا کرتی ہے تو اسے ثواب نہیں ملے گا، ان دونوں صورتوں میں وجہ فرق یہ ہے کہ مریض اور مسافر ماضی میں اس نیت کے ساتھ اعمال کیا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ ان اعمال

کی اہلیت کے ساتھ ان کو ادا کریں گے جبکہ عورت کی نیت میں یہ بات شامل تھی کہ وہ حالت حیض میں نماز کو چھوڑ دے گی، بلکہ یہاں تک کہ حالت حیض میں اس پر نماز کی نیت کرنا بھی حرام ہو جائے گا، اس عورت کی بعینہ مثال وہ مریض یا مسافر ہے جو کبھی نفل پڑھتا ہو کبھی چھوڑ دیتا ہو اور نوافل پر دوام کی نیت بھی نہ ہو تو اس شخص کے مرض یا سفر میں اس وقت کا ثواب نہ لکھا جائے گا جس میں یہ نفل نہ پڑھا کرتا تھا۔ واللہ اعلم۔

(۵۵) حضرت شہر فرماتے ہیں: میں نے حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے عورتوں کی جماعت وہاں بیٹھی ہوئی تھی، حضور ﷺ نے ہاتھ سے سلام کا اشارہ کیا اور فرمایا: تم سرکشی کے ساتھ تو ناز و نعمت میں رہنے والوں جیسی ناشکری سے بچو، تم سرکشی کے ساتھ ناز و نعمت میں رہنے والوں جیسی ناشکری سے بچو'' ایک عورت نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! اللہ کے نبی! میں اللہ کی ناشکری سے اس کی پناہ مانگتی ہوں'' حضور ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں! تم میں کسی کا بے نکاحی حالت میں یا کنوارہ پن کی حالت میں رہنا لمبا ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی شادی کروا دیتے ہیں اور اسے اولاد اور آنکھوں کی ٹھنڈک عطا ہوتی ہے پھر وہ کبھی غصہ میں آتی ہے تو قسم کھاتی ہے کہ اس نے خاوند سے کبھی کوئی خیر دیکھی ہی نہیں' یہ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری ہے اور سرکشی کے ساتھ ناز و نعمت میں رہنے والوں کی ناشکری کا حصہ ہے۔''

(حسن: رواہ البخاری فی الادب المفرد (۱۰۴۸) واحمد (۲۷۰۴۲))

خاوندوں کے گھروں کی حفاظت کرنے کی ترغیب

(۵۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس

کی نگرانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا، بادشاہ نگہبان ہے اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا' آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے ان کی دیکھ بھال کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی حفاظت کا سوال کیا جائے گا، خادم اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی حفاظت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔" راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: آدمی اپنے باپ کے مال کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی حفاظت کا سوال ہوگا اور تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اس کی نگرانی کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۸۹۳) ومسلم (۱۸۲۹) وابوداود (۲۹۲۸) والترمذی (۱۷۰۵) واحمد (۴۴۸۱))

شرح حدیث

امام نوویؒ "شرح مسلم" میں فرماتے ہیں:

علماء فرماتے ہیں: راعی وہ شخص ہوتا ہے جو حفاظت کرنے والا، ایمان دار اور اس چیز کی درستگی کا پابند ہے جو اس کے ذمہ ہے اور اس کی حفاظت کے تحت ہے، لہٰذا اس سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنی ماتحت چیز کی حفاظت کا عدل وانصاف کے ساتھ حفاظت کا ذمہ دار ہے اور اس کے دینی، دنیوی اور دوسرے تعلقات کی درستگی کے قیام کا پابند ہے۔"

غیر محرم حضرات سے ملاقات کی ممانعت

(۵۷) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ اقدس کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "تم عورتوں سے ملاقات کرنے سے پرہیز کرو" ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: "یارسول اللہ! خاوند کے قریبی رشتہ دار (جیسے دیور، چچا کا بیٹا، بھتیجا وغیرہ) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا: خاوند کا قریبی

رشتہ دار تو موت ہے۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۲۳۲) ومسلم (۲۱۷۲) والترمذی (۱۱۷۱) والدارمی (۲۶۴۲) واحمد (١٦٨٩٦)

شرح حدیث

امام نوویؒ ''شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ کا خاوند کے قریبی رشتہ دار کو موت قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ گناہ کا خوف، شر کی توقع، اور فتنہ کا ڈر دوسروں کی بنسبت اس کی طرف سے زیادہ ہے، کیونکہ یہ عورت تک رسائی اور خلوت آسانی سے کسی قسم کی روک ٹوک کے بغیر حاصل کر سکتا ہے اور کوئی اسے منع بھی نہ کرے گا، جبکہ اجنبی کے بارے میں ایسی صورت حال نہیں...... حدیث میں خاوند کے رشتہ داروں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خاوند کے باپ دادا اور بیٹا وغیرہ کے علاوہ کے ہوں، کیونکہ خاوند کے آباؤ اجداد اور اولاد عورت کے لئے محرم ہے اور ان سے خلوت اختیار کرنا جائز ہے، اور انہیں موت نہیں قرار دیا گیا بلکہ حدیث میں مراد وہ لوگ ہیں جو محرم نہیں جیسے خاوند کا بھائی (دیور)، بھتیجا، خاوند کا چچا، اس کے چچا کا بیٹا اور ان جیسے دوسرے لوگ جو عورت کے لئے محرم نہیں، عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ لوگ اس سلسلہ میں سستی برتتے ہیں اور لوگ اپنے بھائیوں کی بیوی سے خلوت اختیار کرتے ہیں، ایسا کرنا موت کی طرح ہے اور اس سے روکنا تو اجنبی لوگوں کے روکنے سے زیادہ ضروری ہے۔''

ابن اعرابیؒ فرماتے ہیں:

''خاوند کے اقرباء (غیر محرم) کو موت قرار دینا عربوں کے قول ''الاسد الموت'' یعنی شیر موت ہے کی طرح ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے ملاقات موت ہے۔''

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ خاوند کے غیر محرم رشتہ داروں سے خلوت اختیار کرنا دین میں فتنہ اور ہلاکت کا سبب ہے اور ان کی ہلاکت موت کی

ہلاکت کی مانند ہے، لہٰذا کلام سختی سے اس عمل کی ممانعت میں وارد ہوا ہے۔''

(۵۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قبیلہ بنو ہاشم کے کچھ لوگ حضرت اسماء بنت عمیس سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ان لوگوں کو دیکھ کر آپ کو ناگواری محسوس ہوئی، انہوں نے سارا ماجرا حضور ﷺ سے عرض کیا اور کہا: ''میں نے خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اسماء رضی اللہ عنہا کو اس معاملہ میں بری الذمہ قرار دیا ہے'' پھر حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''آج کے بعد کوئی شخص ایسی عورت سے ملاقات نہ کرے جس کا خاوند باہر ہو (شہر سے یا گھر سے) یا یہ کہ اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی ہوں۔''

(صحیح: رواہ مسلم (۲۱۷۳) واحمد (۶۵۵۹))

(۵۹) حضرت ابوصالح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے (گھر میں داخل ہونے کی) اجازت طلب کی، انہوں نے اجازت دی، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟'' انہیں منفی میں جواب ملا تو واپس چلے گئے، پھر تشریف لائے اور پوچھا، علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں؟'' انہیں ہاں میں جواب دیا گیا تو وہ اندر تشریف لے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: ''میری غیر موجودگی میں کسی چیز نے آپ کو اندر آنے سے روکا؟'' حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضور ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم ایسی عورتوں سے ملاقات کریں جن کے شوہر (شہر سے یا گھر سے) باہر ہوں۔'' (صحیح: رواہ الترمذی (۲۷۷۹) واحمد (۱۷۳۶۸))

(۶۰) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ان سے حضرت اسماء بنت

عمیس رضی اللہ عنہا سے ملاقات کی اجازت طلب کریں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت دے دی، جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو گئے تو ان کے غلام نے اس (اجازت کے) کے بارے میں سوال کیا' یعنی اس کا سبب پوچھا تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ہم عورتوں سے ان کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر ملاقات کریں۔'' (رواہ الترمذی)

شرح حدیث

امام مبارکپوری رحمہ اللہ ''تحفۃ الاحوذی'' میں فرماتے ہیں:

''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قبیلہ خثعم سے تعلق رکھنے والی صحابیہ ہیں، پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں پھر ان کی شادی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ہوئی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں رہیں' یہ ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث کی ماں شریک بہن تھیں۔''

نیز فرماتے ہیں:

''(حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ) ''حضور ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ عورتوں سے ان کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر ملاقات کریں'' اس بات کی دلیل ہے کہ عورتوں سے ان کے خاوندوں کی اجازت کے بغیر ملنا درست نہیں۔''

خاوندوں کے مال کی حفاظت کرنے کی ترغیب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک مرتبہ حضرت ہند بنت عتبہ بن ربیعہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگیں: ''یا رسول اللہ! خدا کی قسم ایک وہ زمانہ تھا کہ ساری زمین پر کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس کا ذلیل وخوار ہونا اتنا پسند کرتی تھی جتنا

آپ کے گھرانے کو، لیکن اب دنیا میں کسی گھر کو آپ کے گھر کے مقابلہ میں برتر نہیں دیکھنا چاہتی۔" پھر عرض کیا: "ابوسفیان بہت بخیل اور کنجوس آدمی ہے، اگر میں اس کے مال میں سے لے کر بچوں کو کھلاؤں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟" حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر حسب معمول (قاعدہ کے مطابق) کھلائے تو کوئی گناہ نہیں۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۲۱۶۱) ومسلم (۱۷۱۴) وابو داود (۳۵۳۲) والنسائی (۵۴۲۰) وابن ماجہ (۲۲۹۳) والدارمی (۲۲۵۹) واحمد (۲۳۵۹۷)

شرح حدیث

امام نوویؒ "شرح صحیح مسلم" میں فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں: (۱) خاوند پر بیوی کے نفقہ کا وجوب (۲) نادار اور نابالغ بچوں کے نفقہ کا وجوب (۳) اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ نفقہ کا وجوب مدت کے اعتبار سے نہیں بلکہ کفایت کے اعتبار سے ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ "رشتہ دار کا نفقہ کفایت کے اعتبار سے ہے جبکہ بیوی کا نفقہ مدت کے اعتبار سے ہے" وہ یہ کہ ہر مال دار پر ایک دن میں دو مد[1] نادار پر ایک مد اور درمیانے آدمی پر ڈیڑھ مد لازم ہے (۴) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افتاء یا حکم کے وقت اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے (۵) فتویٰ طلب کرنے اور شکایت میں ان چیزوں کا ذکر کرنا جائز ہے جنہیں عام گفتگو کے دوران ذکر کرنا کراہت سے خالی نہ ہو (۶) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کا کسی دوسرے پر کوئی حق لازم ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اپنے حق کے بقدر حصہ حاصل کرے لیکن یاد رہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ نے ایسا کرنے سے منع کیا

---

[1] "مد" ایک پیمانہ کا نام ہے جس کی مقدار میں فقہاء کا اختلاف ہے، شوافع اور مالکیہ کے نزدیک "نصف قدح" ہے۔ اہل حجاز کے نزدیک "ایک رطل اور تہائی رطل" ہے، جب کہ عراقی علماء کے نزدیک "دو رطل" ہے۔ (المعجم الوسیط)

ہے(۷)فتویٰ کو مطلق رکھ کر فتویٰ طلب کرنے والے کے قول کے ثبوت کے ساتھ اس کی تعلیق مراد لینا جائز ہے اور مفتی اس بات کا پابند نہیں کہ وہ کہے کہ ''جب یہ بات ثابت ہوئی تو حکم یہ ہوگا'' بلکہ اس کے لئے جائز ہے کہ فتویٰ کو مطلق رکھے جیسا کہ حضور ﷺ نے فتویٰ کو مطلق رکھا نیز اگر مفتی فتویٰ کو کسی شرط کے ساتھ معلق کردے تو اس میں کوئی حرج نہیں (۸) اس حدیث میں اس بات کا جواز موجود ہے کہ بچوں کے باپ کے مال سے بچوں کی کفالت اور ان پر خرچ کرنے میں عورت کا عمل دخل ہے، علماء فرماتے ہیں: اگر باپ نابالغ بچہ پر خرچ نہ کرے یا شہر سے باہر ہو تو قاضی بچہ کی ماں کو اجازت دے گا کہ وہ اس کے باپ کے مال کو خرچ کرے یا قرض طلب کرے اور بچہ پر خرچ کرے لیکن اس میں عورت کی اہلیت کی شرط ہے۔

لیکن اس موقع پر ایک سوال اٹھتا ہے کہ آیا عورت کے لئے قاضی کی اجازت کے بغیر خاوند کے مال کو حاصل کرنے کی اجازت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو صورتیں ہیں، کہ حضور ﷺ کا حضرت ہند (جو کہ حضرت سفیان کی اہلیہ تھیں) کو اجازت دینا افتاء تھا یا قضاء، اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ افتاء تھا اور یہ حکم ہر اس عورت کے حق میں جاری ہوگا جس کی حالت حضرت ہند کی حالت کے مشابہ ہو، لہٰذا خاوند کے مال سے قاضی کے فیصلہ کے بغیر حاصل کرنا جائز ہوگا، اور دوسری صورت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فیصلہ بطور قضاء کے ہو تو عورت حضرت ہندؓ کے علاوہ کسی عورت کے لیے قاضی کی اجازت کے بغیر خاوند کے مال سے لینا جائز نہیں۔(۹) جن چیزوں میں شریعت کی طرف سے کوئی حد بندی نہ ہو ان میں عرف عام پر اعتماد کرنا جائز ہے۔(۱۰) اگر شوہر اجازت دے یا شوہر کی اجازت وخوشی عورت کو معلوم ہو تو وہ اپنی ضرورت کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے (۱۱) اس روایت کے ذریعہ بہت سے علماء نے غائب شخص کے خلاف فیصلہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے لیکن اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ اور تمام کوفیین علماء فرماتے ہیں کہ غائب شخص کے خلاف کسی قسم کا فیصلہ کرنا جائز نہیں، امام شافعیؒ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ حقوق العباد میں تو اس کے خلاف فیصلہ کیا جا سکتا ہے لیکن حقوق اللہ میں اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں کیونکہ یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا اور ابوسفیان مکہ میں موجود تھے، جبکہ غائب شخص کے خلاف فیصلہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ شہر سے باہر ہو یا اس انداز میں پوشیدہ ہو کہ اس تک رسائی ممکن نہ ہو، اور یہ شرط ابوسفیان میں موجود نہیں لہٰذا یہ غائب کے بارے میں فیصلہ نہ ہوگا بلکہ افتاء ہوگا، جیسا کہ گزر گیا۔

گھر کی (معمولی) چیز کو بلا اسراف صدقہ کرنے کی اجازت

(۶۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں: ''جب عورت بغیر اسراف کئے گھر کے کھانے میں سے صدقہ کردے تو اس کو الگ اجر ملے گا، اور خاوند کو الگ اجر و ثواب کمانے کی وجہ سے ملے گا اور داروغہ کو بھی اس کے برابر اجر ملے گا۔

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۴۲۵) ومسلم (۱۰۲۴) وابوداؤد (۱۶۸۵) والترمذی (۶۷۲) وابن ماجۃ (۲۲۹۴) واحمد (۲۳۶۵۱)

شرح حدیث

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں عورت کے صدقہ کرنے کو صراحۃً یا دلالۃً خاوند کی اجازت پر محمول کیا جائے گا' اور اس حدیث کی شرح میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اہل حجاز کا طریقہ کار یہ تھا کہ وہ اپنے خادموں اور بیویوں کو اس بات کی اجازت دیتے تھے کہ وہ ان کے مالوں سے مہمانوں کی ضیافت کریں' مانگنے والے مسکین اور پڑوسیوں کو کھانا کھلائیں' لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اس اچھی عادت اور مستحسن خصلت پر قائم رہنے کی ترغیب فرمائی۔''

(۶۳) حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطبہ حجۃ الوداع میں فرماتے ہوئے سنا: ''کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کوئی چیز خرچ نہ کرے۔'' کسی نے پوچھا: ''یارسول اللہ! کیا وہ کسی کو کھانا بھی نہیں دے سکتی؟'' حضورؐ نے فرمایا: ''یہ تو ہمارے مال کا افضل ترین حصہ ہے۔''

(حسن رواہ ابوداؤد (۳۵۶۵) والترمذی (۶۷۰) وابن ماجۃ (۲۲۹۵) واحمد (۲۱۷۹۱) واوردہ الشیخ الالبانی (۸۲۵)

ذاتی مال خرچ کرنے میں خاوند کی اجازت

(۶۴) عبداللہ ابن عمروؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کے لیے کوئی چیز عطیہ کرنا جائز نہیں۔''

(حسن: رواہ ابوداؤد (۳۵۴۷) والنسائی (۳۷۵۷) وابن ماجہ (۲۳۸۸) واحمد (۷۰۱۸)

شرح حدیث:

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''اکثر فقہاء کے نزدیک اگر عورت صدقہ خیرات وغیرہ میں غلطی نہ کر رہی ہو تو اجازت سے مقصود محض ازدواجی زندگی خوشگوار بنانا اور عورت کے اس عمل سے خاوند کے دل کو خوش کرنا ہوگا ورنہ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ایک عورت نے اپنی انگوٹھی اور کان کی بالی اتار کر پیش کر دی اور حضرت بلالؓ نے انہیں اپنی چادر میں لے لیا اور یہ خاوند کی اجازت کے بغیر کیا گیا عطیہ تھا۔''

(۶۵) حضرت واثلہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ ''شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کو اپنے مال کو کثرت سے خرچ کرنے کا اختیار حاصل

نہیں۔"

(حسن بشواہدہ' رواہ تمام فی الفوائد (۱۸۲۱۱۰) واوردہ الشیخ الالبانی تحت رقم (۷۷۵)

شرح حدیث:

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں:

"مذکورہ حدیث اور اس معنی کی دوسری حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت کے لیے اپنے ذاتی مال میں خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں، اور یہ وہ برتری ہے جو اللہ رب العزت نے مرد کو عورت پر عطا فرمائی ہے، لیکن اگر خاوند سچا مسلمان ہے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس حق سے اس طرح فائدہ نہ اٹھائے کہ عورت کو مجبور کر کے چھوڑ دے، اور اسے ایسے مواقع میں بھی مال خرچ کرنے سے منع کر دے جس میں دونوں کا کوئی نقصان نہیں' یہ حق لڑکی کے ولی کے حق کے کس قدر مشابہ ہے جو اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی لیکن جب ولی اس لڑکی کی شادی میں رکاوٹ بن جائے تو وہ شرعی قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کر سکتی ہے تاکہ انصاف حاصل کر سکے' اس طرح اگر کوئی شوہر عورت کو جائز مصرف میں خرچ کرنے سے روکے اور اسے مجبور کرے تو یہ عورت بھی قاضی سے رجوع کر سکتی ہے، اور قاضی اسے بھی انصاف فراہم کرے گا' لہٰذا اس حکم میں کوئی اشکال نہیں' اشکال تو محض تصرف کرنے میں پائی جانے والی خرابی پر ہے۔"

(۶۶) عبداللہ بن یحییٰؒ (جو کہ کعب بن مالکؓ کی اولاد میں سے ہیں) روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی "خیرہ" جو کہ حضرت کعب بن مالکؓ کی بیوی تھیں' حضورؐ کی خدمت میں اپنے زیورات پیش کرنے حاضر ہوئی اور عرض کیا: "میں نے انہیں صدقہ کر دیا" حضورؐ نے فرمایا: "عورت کے لیے خاوند کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں' کیا آپ نے کعبؓ سے اجازت لی ہے؟"

انہوں نے ہاں میں جواب دیا' حضورؐ نے ان کے شوہر حضرت کعب بن مالکؓ کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا: ''کیا آپ نے خیرہ کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے زیورات کو صدقہ کر دے؟'' انہوں نے مثبت جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں قبول کر لیا۔''

(ضعیف: انفرد بہا ابن ماجۃ (۲۳۸۹)

خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ لباس اتارنے کی ممانعت

(۶۷) حضرت ابو ملیح ہذلی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حمص یا شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں' حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تمہاری عورتیں کرائے کے حمام میں جاتی ہیں حالانکہ میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ اپنے کپڑے اتارے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے (ادب وحیاء کے) پردہ کو پھاڑ ڈالتی ہے۔''

(حسن: رواہ ابو داود (۴۰۱۰) والترمذی (۲۸۰۳) وابن ماجۃ (۳۷۵۰) والدارمی (۲۶۵۱) واحمد (۲۴۸۷۹)

شرح حدیث:

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے حیاء کے پردے کو پھاڑ دیتی ہے' کیونکہ وہ اس بات کی پابند ہے کہ پردہ کرے اور اپنی حیاء کی حفاظت کرے اس بات سے کہ کوئی اجنبی اسے دیکھے' یہاں تک کہ عورت کے لیے خلوت میں بھی شوہر کی غیر موجودگی میں ستر ظاہر کرنا جائز نہیں، اور جب کرایہ کے حمام میں اس کے اعضاء بغیر ضرورت کے ظاہر ہوں گے تو یہ اس پردے کو

پھاڑنے والی ہوگی جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں "یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس اس لیے بنایا کہ اس سے شرمگاہوں کو چھپایا جائے اور یہی تقویٰ کا لباس ہے اگر عورت اللہ سے نہ ڈرے اور پردے کو پھاڑ دے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان موجود ادب و حیاء کے پردے کو پھاڑنے والی ہوگی۔"

خاوند کے گھر میں کام کاج کی فضیلت

(۶۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چکی پیسنے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئی تھیں، جب انہیں خبر ہوئی کہ حضورؐ کے پاس کچھ قیدی لائے گئے ہیں تو وہ حاضر خدمت ہوئیں تاکہ حضورؐ سے خادم طلب کریں، لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی، انہوں نے حضرت عائشہؓ سے ساری بات عرض کی، جب حضورؐ تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضورؐ کو ساری بات بتائی، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے حالانکہ ہم اپنے آرام کرنے کی جگہ جا چکے تھے، ہم اٹھنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا "اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔" (آپ میرے اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان بیٹھ گئے) یہاں تک کہ میں نے حضورؐ کے پاؤں کی ٹھنڈک اپنے سینہ پر محسوس کی۔ حضورؐ نے فرمایا: "جو چیز تم نے طلب کی ہے میں تمہیں اس سے بہتر نہ بتاؤں، (وہ یہ ہے کہ) جب تم سونے لگو تو چونتیس مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے جس کا تم نے مطالبہ کیا ہے۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۳۱۱۳) ومسلم (۲۷۲۷) وابوداؤد (۵۰۶۲) واحمد (۷۴۲))

اسماء بنت ابی بکرؓ کی بے لوث خدمت

(۶۹) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں: جب حضرت زبیرؓ نے مجھ

سے نکاح کیا وہ بالکل نادار تھے ان کے پاس نہ مال و دولت تھی نہ غلام لونڈی اور نہ کوئی جائیداد، صرف پانی لانے کا اونٹ اور ایک گھوڑا ان کے پاس تھا، ان کے گھوڑے کا چارا اور اس کی خدمت میرے ذمہ تھی، پانی بھی میں لاتی، پانی کا ڈول بھی خود سی لیتی، آٹا بھی خود ہی گوندھتی، مجھے اچھی طرح روٹی نہ پکانا آتی تھی، میری انصاری پڑوسن عورتیں روٹی پکا دیا کرتی تھیں، وہ انصاری عورتیں بہت مخلص تھیں، حضورؐ نے جو زمین حضرت زبیرؓ کو دی تھی اس میں گٹھلیاں چننے جایا کرتی تھی، وہاں سے اپنے سر پر لاد کر لاتی تھی وہ زمین میرے مکان سے تین فرسخ (دو میل) کے فاصلہ پر تھی، ایک دن گٹھلیاں سر پر لادے آ رہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ میں مجھے ملے، آپؐ کے ساتھ کچھ انصاری صحابہ بھی تھے اور آپ ﷺ نے اپنے اونٹ کو بٹھانے کے لیے ''اخ اخ'' کہا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں، مجھے شرم آئی کہ میں مردوں کے ساتھ کیسے جاؤں اور زبیرؓ کی غیرت کا خیال آیا وہ بڑے غیور شخص تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کر رہی ہوں چنانچہ آپ (مجھے سوار کیے بغیر) آگے بڑھ گئے، جب میں گھر پہنچی میں نے حضرت زبیرؓ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ میں مجھے ملے تھے، آپ کے ساتھ کئی اور صحابہ بھی تھے آپ نے مجھے بٹھانے کیلئے اونٹ کو بٹھایا لیکن مجھے شرم آئی، آپ کی غیرت کا خیال آیا۔ حضرت زبیرؓ کہنے لگے، تمہارے سر پر گٹھلیوں کا بوجھ لادنے کا مجھے زیادہ افسوس ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوار ہو جاتی تو اتنی غیرت کی بات نہ تھی (کیونکہ حضرت اسماء حضورؐ کی سالی اور بھاوج تھیں) حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ ''اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے میرے پاس ایک غلام بھیج دیا تاکہ میرے بدلے وہ گھوڑے کی دیکھ بھال کر سکے، گویا غلام بھیج کر انہوں نے مجھے

آزاد کر دیا۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۲۲۴) ومسلم (۲۱۸۲) واحمد (۲۶۳۹۷)

شرح حدیث:

حافظ ابن الحجرؒ ''فتح الباری'' میں رقم طراز ہیں:

''حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ ہم پانی بھرنے والے اونٹ اور گھوڑے کے علاوہ کسی چیز کے مالک نہ تھے۔'' اس کا اطلاق ان چیزوں پر ہوگا جن کی ملکیت اہمیت کی حامل ہوتی ہے کیونکہ وہ مکان' کپڑے' خوراک اور مال تجارت کے مالک تھے' اور حضرت اسماؓ کا سیاق کلام اس بات پر دال ہے کہ جس زمین کا واقعہ میں ذکر آیا ہے وہ حضرت زبیرؓ کی ملکیت میں نہ تھی بلکہ وہ ان کو حضورؐ کی طرف سے عطا کی گئی تھی وہ اس کے منافع کے مالک تھے زمین کے مالک نہ تھے' اس وجہ سے حضرت اسماء نے گھوڑے اور اونٹ کی طرح اس کا استثناء نہیں کیا۔

شارح حدیث امام داودیؒ نے گھوڑے اور پانی بھرنے والے اونٹ کے استثناء پر اشکال کیا ہے کہ'' حضرت اسماءؓ کی شادی ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوئی تھی اور جب انہوں نے ہجرت کی تو عبداللہ بن زبیرؓ ان کے حمل میں تھے اور مکہ میں حضرت زبیرؓ کے پاس نہ کوئی پانی بھرنے والا اونٹ تھا نہ گھوڑا۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ ہجرت سے پہلے ان کے پاس پانی بھرنے والا اونٹ اور گھوڑا نہ تھے کیونکہ اس بات کا کوئی مانع نہیں کہ ہجرت سے پہلے یہ ان کے پاس موجود ہو' جبکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت زبیرؓ غزوہ بدر کے دن گھوڑے پر سوار تھے اور غزوہ بدر سے پہلے کوئی غزوہ نہیں ہوا کہ مسلمانوں کو غنیمت حاصل ہوتی اور اونٹ کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ مکہ میں ان کے پاس اونٹ ہو اور جب وہ مدینہ آئے اور ان کو مذکورہ زمین حاصل ہوئی تو انہوں نے اس اونٹ کو پانی بھرنے کے

لیے مقرر کر لیا ہو جبکہ پہلے اس سے دوسرے فائدے حاصل کرتے ہوں۔

اس روایت میں تو صرف اتنا آیا ہے کہ ''میں گھوڑے کو چارا ڈالتی تھی'' لیکن امام مسلمؒ کی نقل کہ وہ روایت جو حضرت ابو کریب کے حوالہ سے ہے اس میں یہ زیادتی ہے' ''میں اس کی دیکھ بھال کرتی اسے چارا کھلاتی اور پانی بھرنے والے اونٹ کیلئے گٹھلیاں کوٹتی اور اس کے لیے چارے کا انتظام کرتی۔'' مسلم کی ہی روایت میں ابن ابی ملیکہ کے حوالہ سے منقول ہے' ''میں حضرت زبیرؓ کے گھر کی خدمت کیا کرتی تھی ان کا ایک گھوڑا تھا اور میں اس کی دیکھ بھال کرتی تھی اور گھوڑے کی دیکھ بھال سے بڑھ کر کوئی کام میرے لیے دشوار نہ تھا میں اسے گھاس کھلاتی اور اس کی نگرانی کرتی تھی۔''

حضرت اسماءؓ کے واقعہ میں ان کے آٹا گوندھنے کا ذکر ہے' اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے جس پر ہم نے مال کو محمول کیا (کہ اس سے مراد وہ مال ہے جس کا مالک بننے کی کوئی اہمیت ہو) کیونکہ اگر ان کے قول سے مطلقاً مال کی نفی مراد ہوتی تو وہ آٹے کی مالک بھی نہ ہوتیں' ایک روایت میں آتا ہے کہ شام سے تجارت کر کے جب حضرت زبیرؓ لوٹے تو انہوں نے حضرت محمدؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات کے وقت انہیں نئے کپڑے پیش کیے تھے۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زبیرؓ کی جس زمین کا ذکر کیا ہے اس زمین کا ذکر ''کتاب فرض الخمس'' میں آتا ہے اور یہ زمین بطور فیٔ حضورؐ کو بنونضیر کے اموال سے حاصل ہوئی تھی اور یہ مدینہ پہنچنے کے بعد ابتدائی زمانہ کی بات ہے' حضرت زبیرؓ کا حضرت اسماءؓ سے یہ کہنا کہ تمہارے سر پہ گٹھلیوں کا بوجھ لادنے کا مجھے زیادہ افسوس ہے اگر حضورؐ کے ساتھ سوار ہو جاتی تو اتنی غیرت کی بات نہ تھی۔'' اس کا منشاء یہ تھا کہ ان کا حضورؐ کے ساتھ سوار ہونا کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی کہ اس سے بہت زیادہ غیرت و غصہ ظاہر ہوتا کیونکہ حضرت اسماء حضور ﷺ کی سالی تھیں' اس حالت میں اگر وہ شادی شدہ نہ بھی ہوتیں تب بھی حضورؐ کا ان سے نکاح جائز نہ تھا، اور اس میں یہ احتمال باقی ہے کہ ایسا

کرنے سے بلاقصد مردوں کی مزاحمت کرنا لازم آتا اور یہ کہ ایسا کرنے سے حضرت اسما رضی اللہ عنہا کے سفر اور بیٹھنے کی حالت ظاہر ہو جاتی جس کا ظاہر کرنا ان کو پسند نہیں تھا اور یہ تمام چیزیں اتنی مشکل نہیں، جتنی دشواری دور دراز کے علاقہ سے گٹھلیاں اٹھا کے لانے میں ہے کیونکہ اسے نفس کی خست، ہمت کی کمی اور غیرت کی قلت کا وہم ہوتا ہے لیکن ان تمام کاموں میں صبر پر ابھارنے کا سبب حضورؐ کے حکم کے مطابق ان کے والد اور خاوند کا جہاد فی سبیل اللہ میں مشغولی ہونا ہے، کیونکہ وہ ان مصروفیات کی بنا پر گھریلو امور کو انجام دینے پر قادر نہ تھے اور ناداری کی بنا پر کسی خادم کو بھی نہ رکھ سکتے تھے، لہٰذا ساری ذمہ داری ان کی عورتوں کے کندھوں پر آ پڑی اور وہ گھریلو ذمہ داریوں کی کفیل بن گئی اور گھر والوں کی دیکھ بھال کی بھی نگران تھیں تا کہ وہ سارے افراد اسلام کی مدد میں بھرپور طریقہ سے شامل ہوں باوجود اس کے کہ ان کے اس عمل کو عموماً عار سمجھا جاتا ہے۔

مذکورہ روایت میں تو ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کی طرف ایک غلام بھیجا جبکہ مسلم کی روایت جو ابن ابی ملیکہ کے حوالہ سے منقول ہے اس میں ذکر ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی آئے تو انہوں نے حضرت اسماء کو ایک قیدی غلام بطور خادم کے عطا کیا۔''

ان دونوں روایات میں تطبیق کا راستہ یہ ہے کہ وہ خادم حضورؐ نے ابوبکر صدیقؓ کو دیا کہ اسے اپنی بیٹی کی خدمت کے لیے بھجوا دیں تو حقیقی معنی میں غلام دینے والے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے لیکن یہ غلام حضرت ابوبکرؓ کے واسطہ سے ان تک پہنچا تھا۔

مسلم کی مذکورہ روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت اسماء نے اس غلام کو بیچ کر اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا تھا اور اس بات کو ان کے غلام سے بے نیاز ہو جانے پر محمول کیا جائے گا۔

اس قصہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ عورت پر خاوند کے گھر کے تمام امور کی

انجام دہی لازم ہے' علماء یہ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا عورت پر لازم نہیں ہے اگر اپنی خوشی سے کرنا چاہے تو کرلے' اس سلسلہ میں ایک اہم بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ واقعہ اور اس جیسے دوسرے واقعات مجبوری کی حالت پر محمول ہوں گے اور جو لوگ اس حالت میں نہ ہوں ان پر یہ حکم لاگو نہ ہوگا' پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو تمام عورتوں کی سردار ہیں کے بارے میں گزرا کہ آٹا پیسنے کی وجہ سے بیمار ہوگئیں تو انہوں نے اپنے والد سے خادم کا سوال کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بہتر چیز یعنی اللہ کے ذکر کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی۔

امام مہلبؒ فرماتے ہیں'' اگر کوئی معزز خاتون اپنے خاوند کے گھریلو امور کو اپنی خوشی سے سرانجام دیتی ہے تو یہ اس پر لازم نہیں اور باپ یا سلطان اس کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے۔''

جو علماء خاوند کے گھر میں خدمت کو لازم قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ خدمت لازم نہ ہوتی تو ان کے والد اس پر خاموش نہ رہتے کیونکہ اس میں بہت زیادہ مشقت تھی اور حضورؐ ابوبکر صدیق کی عظمت کے پیش نظر اسے باقی نہ رکھتے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت مردوں کے کجاوہ میں ان کے پیچھے سوار ہوسکتی ہے اور حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ حضرت اسماء نے حضورؐ سے پردہ کیا ہو اور نہ ہی حضورؐ نے ان کو پردہ کرنے کا حکم دیا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا حکم ازواج مطہرات کے لیے تھا لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

امام مہلبؒ فرماتے ہیں: اس قصہ میں خاوند کی غیرت جو بیوی کی مشقت اور دشواری پر ہو اور اس کی کی عزت نفس کا ذکر ہے جبکہ بیوی اچھے خاندان کی ہو۔

یہ حدیث حضرت اسماء' حضرت زبیر' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہم اور انصاری عورتوں کی فضیلت اور منقبت پر مشتمل ہے۔

امام نوویؒ ''شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

''حضرت اسماء کا حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کو چارا ڈالنا اس کی دیکھ بھال کرنا اور اس طرح سارے گھر کا کام دینداری اور نیکی کا حصہ ہیں اور ایسی بھلائی ہے جس پر سب لوگ متفق ہیں کہ عورت مذکورہ امور اور ان کے ساتھ ساتھ روٹی پکانا' سالن تیار کرنا' کپڑے دھونا اور اس طرح کے دوسرے اعمال' یہ سارے کے سارے کام عورت کی طرف سے مرد پر احسان' حسن معاشرت اور بھلائی میں عورت پر یہ چیزیں لازم نہیں' اگر وہ ایسا نہ کرے تو گناہ گار نہ ہوگی مرد پر ان تمام امور کا عورت کے لیے انتظام کرنا لازم ہے اور اس کے لیے بیوی پر ان امور کو لازم قرار دینا جائز نہیں' عورت تو یہ کام نفلی طور پر کرتی ہے۔ یہ ایک اچھی عادت ہے جس پر حضورؐ کے زمانہ سے لے کر آج تک کی خواتین قائم ہیں' عورت پر دو چیزیں لازم ہیں۔ (۱) خاوند کو اپنے نفس پر قدرت دینا (۲) ہمیشہ خاوند کے گھر میں رہنا۔

مباح امور میں خاوند کی اطاعت کا حکم

(۷۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' حضورؐ سے دریافت کیا گیا: ''کون سی عورت سب سے بہتر ہے؟'' حضور نے فرمایا: ''جب خاوند اسے دیکھے تو خوش ہو' جب حکم کرے تو اس کی اطاعت کرے اور کسی ایسی چیز میں خاوند کی مخالفت نہ کرے جسے وہ عورت کی ذات اور اپنے مال میں ناپسند کرتا ہو۔''

(حسن: رواہ النسائی (۳۲۳۱) واحمد (۷۳۷۳) والحاکم فی المستدرک (۲/۱۶۱)

شرح حدیث:

امام سندیؒ ''شرح سنن النسائی'' میں فرماتے ہیں۔

''جب خاوند اسے دیکھے تو خوش ہو اس کے ظاہری حسن کی وجہ سے یا اس کے

اخلاق باطنہ کی عمدگی کی بنا پر یا اللہ کی اطاعت میں مشغولیت اور تقویٰ کے بل بوتے پر۔“

(۷۱) حضرت قیس بن طلق اپنے والد حضرت طلق بن علیؓ سے روایت کرتے ہیں ٗ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو کسی ضرورت سے بلائے تو وہ فوراً اس کے پاس جائے خواہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو۔“

(صحیح: رواہ الترمذی (۱۱۶۰) واحمد (۴/۲۲۔۲۳) وابن حبان (۱۲۹۵) واوردہ الشیخ الالبانی (۱۲۰۲) وقال اسنادہ صحیح)

شرح حدیث:

امام مبارکپوریؒ ”تحفۃ الاحوذی“ میں فرماتے ہیں:

”حاجت وضرورت سے مراد ایسی ضرورت ہے جو بیوی کے ساتھ خاص ہے اور یہ جماع سے کنایہ ہے ٗ اگرچہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو ٗ یعنی اگر بیوی تنور پر روٹیاں پکا رہی ہو (پھر بھی خاوند کے بلانے پر آجائے) باوجود اس کے کہ یہ ایک ایسی مصروفیت ہے کہ اس سے فراغت اس کام کو پورا کرنے کے بعد ہی ہوسکتی ہے۔

ابن الملک فرماتے ہیں: ” یہ حکم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ خاوند کی روٹیاں پکانے میں مصروف ہو کیونکہ آدمی کا اسے اس حالت میں بلانا اس بات کی علامت ہے کہ وہ اپنے مال کو ضائع کرنے پر راضی ہو اور مال کا ضائع ہونا خاوند کے زنا میں پڑنے سے بہتر ہے۔“ (کذا فی المرقاۃ)

(۷۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ٗ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ”جب خاوند اپنی بیوی کو بلائے تو وہ اس کی بات کا جواب دے اگرچہ وہ پالان پر سوار ہو۔“

(صحیح: رواہ الہزانی سندہٖ (۱۵۵) واوردہ الشیخ الالبانی (۱۲۰۳)

(۷۳) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے

ہیں ”جب کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف دیتی ہے تو اس کی جنت کی بیوی جو سفید اور بڑی آنکھوں والی ہے (یعنی حورعین) کہتی ہے: ”اس کو تکلیف نہ دے اللہ تجھے ہلاک کرے یہ تو تیرے پاس ایک عارضی مہمان ہے اور عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آ جائے گا۔“

(حسن: رواہ الترمذی (۱۱۷۴) وابن ماجہ (۲۰۱۴)

خاوند کی نافرمانی سے اجتناب کا حکم

(۴۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ”تین نمازیوں کی نماز ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی (۱) وہ شخص جو لوگوں کی (زبردستی) امامت کروائے جبکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں (۲) وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کے اس کا خاوند اس سے ناراض ہو (۳) دو مسلمان بھائی جو (کسی باطل پر یا تین دن سے زائد) باہم باہم قطع تعلقی کریں۔“

شرح حدیث

امام سندیؒ ”شرح سنن ابن ماجہ“ میں فرماتے ہیں:

”عورت اس حالت میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو“ اس وجہ سے کہ وہ اس کی اطاعت نہیں کر رہی جس کا وہ اس سے مطالبہ کر رہا ہو یعنی جماع‘ اس لیے ”رات گزارنے“ کا لفظ مذکورہ ہے کیونکہ عموماً یہ عمل رات کو ہی کیا جاتا ہے وگرنہ اس کام کو رات کے ساتھ خاص نہ کیا جاتا۔“

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسی قطع تعلقی جو دین میں جائز نہ ہو اس کے حامل افراد کی نماز سر سے اوپر نہیں جاتی۔

(۷۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں "جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے اور وہ آنے سے انکار کرے اور مرد غصہ کی حالت میں رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے ہیں۔"

(صحیح: رواہ البخاری (۳۲۳۷) ومسلم (۱۴۳۶) وابوداؤد (۲۱۴۱) والدارمی (۲۲۲۸) واحمد (۹۳۷۹)

(۷۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس عورت کو رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھیں گے جو اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو حالانکہ یہ اپنے خاوند سے مستغنی نہیں۔"

(صحیح: رواہ النسائی فی السنن الکبریٰ (۱/۸۴/۱) رواہ الشیخ الالبانی برقم (۲۸۹))

(۷۷) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دو نماز پڑھنے والوں کی نماز ان کے سر کے اوپر بھی نہیں جاتی (۱) ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہو یہاں تک کہ واپس آجائے (۲) وہ عورت جو اپنے خاوند کی نافرمانی کرے یہاں تک کہ رجوع کرے۔"

(حسن: رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر (۹۷) والاوسط (۱/۱۶۹/۲) والحاکم فی المستدرک (۱۷۳/۴)

بلا وجہ طلاق طلب کرنے کی ممانعت

(۷۸) حضرت ثوبانؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ "جو عورت اپنے خاوند سے بغیر کسی وجہ کے طلاق طلب کرے گی اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔"

(حسن: رواہ ابوداؤد (۲۲۲۶) والترمذی (۱۱۸۷) وابن ماجہ (۲۰۵۵)

شرح حدیث:

امام مبارکپوریؒ ''تحفۃ الاحوذی'' میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنت سے روک دی جائے گی اور یہ حدیث وعید کی نہج اور تہدید میں مبالغہ کے طور پر استعمال ہوئی ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک موقع پر یہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکے گی یعنی جب نیک لوگ ابتداء میں جنت کی خوشبو سونگھیں گے تو اسے یہ نعمت نصیب نہ ہوگی یا مطلب یہ ہے کہ بالکل جنت کی خوشبو نہ سونگھے گی۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر جنت کی خوشبو حرام کر دی جائے اگرچہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔''

کسی کو طلاق دلوانے سے ممانعت

(۷۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ عورت کی شادی پھوپھی یا خالہ کے خاوند سے کروائی جائے (اور اس بات سے بھی منع کیا کہ) کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ اس کے حصہ سے سیراب ہو بیشک اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے۔'' (صحیح: رواہ مسلم (۱۴۰۸)

شرح حدیث:

امام نوویؒ ''شرح صحیح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجنبی عورت کو اس بات سے منع کیا کہ وہ کسی خاوند سے اس کی بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرے اور اسے اس بات کی دعوت دے کہ مجھ سے شادی کرے تاکہ مطلقہ عورت کا نفقہ' سہولت' ازدواجی معاشرت

اور دوسری نعمتیں اسے حاصل ہو جائیں' اس حدیث میں مذکورہ بہن سے مراد عام ہے خواہ نسبی بہن ہو یا مسلمان ہو یا کافرہ۔ واللہ اعلم۔"

بلا عذر خلع طلب کرنے سے ممانعت

(۸۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "بغیر کسی عذر کے خاوندوں سے طلاق اور خلع طلب کرنے والی عورتیں ہی منافق ہیں (یعنی وہ پہلی مرتبہ جنت میں جانے والوں میں سے نہیں ہیں)۔"

(صحیح: رواہ النسائی (۳۴۶۱) واحمد (۹۰۹۴) اوردہ الشیخ الالبانی برقم (۶۳۲))

خاوند کی تکالیف کو برداشت کرنا

ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عورت کے لیے ضروری ہے کہ خاوند کی تکالیف پر غلام کی طرح صبر کرے' ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے سامنے بہت سی صفات کی جامع ایک باندی کی تعریف کی گئی، جب وہ عبدالملک کے سامنے حاضر ہوئی تو عبدالملک نے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا' باندی نے جواب دیا "میں اپنے دل کو یہ بات کبھی بھولنے نہیں دیتی کہ میں تیری ملکیت کی چیز ہوں" عبدالملک نے یہ سن کر کہا: یہ خوبی پوری قیمت کے مقابلہ میں ہے۔"

لڑکی کو خاوند کے حقوق سے روشناس کروانا

عورت کے والدین خصوصاً ماں کے لیے ضروری ہے کہ وہ عورت کے خاوند

کے حقوق سے روشناس کرائے اور اس کو خوب نصیحت کرے۔

عمرو بن سعیدؒ روایت کرتے ہیں'' حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہؓ پر سختی کیا کرتے تھے' ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ نے کہا: ''میں ضرور بضرور حضور ﷺ سے آپ کی شکایت کروں گی۔'' لہٰذا وہ حضورؐ کی طرف چل پڑیں' حضرت علیؓ بھی ان کے پیچھے گئے اور ان کی گفتگو سننے کیلئے ایک جگہ کھڑے ہوگئے' حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کی سختی کی شکایت کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' اے میری پیاری بیٹی! توجہ کر' غور سے سن اور بات کو سمجھ' وہ بیوی ہرگز بیوی نہیں جو خاوند کی خواہشات پوری نہ کرے۔'' حضرت علیؓ خاموش کھڑے رہے، جب حضرت فاطمہؓ واپس آئیں تو حضرت علیؓ نے کہا: ''میں آئندہ کوئی ایسا کام نہ کروں گا جو آپ کو ناپسند ہو' یہ سن کر حضرت فاطمہ نے کہا' خدا کی قسم ! میں بھی کوئی ایسا کام نہ کروں گی جو آپ کو ناپسند ہو۔''

ایک بزرگ نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور جب اس کی رخصتی کا وقت آیا تو اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ''اے میری پیاری بیٹی! عورتیں اس بات کی زیادہ حقدار ہیں کہ تجھے ادب سکھائیں' لیکن میرے لیے بھی ضروری ہے کہ تجھے ادب سکھاؤں' تو اپنے خاوند کے لیے باندی بن جاؤ وہ تیرے لیے غلام بن جائے گا تو اس کے اتنا زیادہ قریب نہ ہو کہ وہ تجھے بیزار کردے، اور اتنی دور نہ ہو کہ تو اس کے لیے بوجھ بن جائے، اور وہ تیرے لیے بوجھ بن جائے تو اس کے لیے ایسے ہوجا جیسا کہ میں نے تیری ماں سے کہا تھا:

خذی العفو منی تستدیمی مودتی ولا تنطقی فی سورتی حین اغضب

فانی رایت الحب فی القلب والاذی اذا اجتمعا لم یلبثا الحب یذهب

ترجمہ: ''تو مجھے معاف کردے تاکہ ہماری محبت میں ہمیشگی باقی رہے
اور جب میں غضبناک ہوجاؤں تو تو میری شرافت کے بارے میں
لعن طعن نہ کر کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جب محبت اور تکلیف ایک

دل میں جمع ہو جائیں تو دونوں ٹھہر نہیں سکتے اور محبت چلی جاتی ہے۔"

ایک سمجھدار عورت پر لازم ہے کہ جب اسے کوئی نیک شوہر مل جائے جو اس کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ کرتا ہو تو یہ اس کو راضی کرنے کی پوری کوشش کرے اور اس کو تکلیف دینے سے مکمل اجتناب کرے کیونکہ جب یہ اسے تکلیف دے گی اور اسکی ناگواری والا کام کرے گی تو اس کی ملامت کو لازم کرے گی، اور یہ بات اس کے دل میں قرار پکڑے گی لہٰذا اسے جب موقع ملے گا تو اس بیوی کو چھوڑ دے گا یا کسی دوسری عورت کو اس پر ترجیح دیگا اور اسے تو مل ہی جائے گی، لیکن عورت کو شاید ایسا شوہر نہ مل سکے، اور یہ بات تو معلوم ہے کہ اچھی چیزوں کے بارے میں بھی بیزاری پیدا ہو جاتی ہے تو بری چیزوں کے بارے میں کیوں نہیں پیدا ہو سکتی۔

﴿عورت کی زندگی اور اس کے آداب﴾

کرائے کے غسل خانوں میں جانے کی ممانعت

(۸۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص آخرت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو کرایہ کے حمام میں بغیر ازار (وہ لباس جس سے بدن کے نچلے حصہ کو چھپایا جائے) کے داخل نہ ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کی بیوی کرایہ کے حمام میں داخل نہ ہو اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چل رہا ہو۔''

(ضعیف: رواہ الترمذی (۲۸۰۱) واحمد (۱۴۲۴۱))

(۸۲) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے لوگو! میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا'' جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو حمام میں بغیر ازار کے داخل نہ ہو اور جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو کرائے کے حمام میں داخل نہ ہو۔''

(ضعیف: انفرد بہ احمد (۱۲۶))

(۸۳) حضرت ابو ملیح ہذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اہل حمص یا اہل شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا: ''تمہاری عورتیں حمام میں جاتی ہیں حالانکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جب بھی کوئی عورت خاوند کے گھر کے علاوہ بے لباس ہوتی ہے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے

(حیاء کے) پردہ کو پھاڑ دیتی ہے۔"

(حسن: رواہ ابو داؤد (۴۰۱۰) والترمذی (۲۸۰۳) وابن ماجہ (۳۷۵۰) والدارمی (۲۶۵۱) واحمد (۲۴۸۷۹)

شرح حدیث:

امام خطابیؒ "معالم السنن" میں فرماتے ہیں:

"حضورؐ نے فرمایا: جو عورت خاوند کے گھر کے علاوہ بے لباس ہوتی ہے وہ اپنے اور اللہ کے درمیان سے حیاء کے پردہ کو پھاڑ دیتی ہے" کیونکہ وہ اجنبی مرد سے پردہ کرنے کی مامور ہے یہاں تک کہ عورت کے لیے مناسب ہے کہ وہ سوائے خاوند کی موجودگی میں خلوت کی حالت میں بے لباس نہ ہو لہٰذا جب وہ حمام میں اپنے اعضاء کو بغیر کسی ضرورت کے ظاہر کردے گی تو وہ اس پردے کو پھاڑنے والی ہوگی جس کا اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا۔

امام طیبیؒ فرماتے ہیں: "یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لباس کو اس لیے اتارا تاکہ اس کے ذریعہ شرمگاہوں کو چھپایا جائے اور یہی تقویٰ کا لباس ہے جب عورت اللہ سے نہ ڈرے اور اپنی شرمگاہ کو ظاہر کردے تو اپنے اور اللہ کے درمیان سے حیا کے پردے کو پھاڑنے والی قرار دی جائے گی۔"

(۸۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کسی ایمان والی عورت کے بغیر بیماری کے کرائے کے حمام میں داخل ہونا جائز نہیں، کیونکہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا (وہ فرماتی ہیں): میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جو عورت اپنی اوڑھنی کو خاوند کے گھر کے علاوہ کسی جگہ اتارے تو وہ اپنے اور اللہ کے درمیان حائل حیاء کے پردے کو پھاڑ دیتی ہے۔"

(الحدیث ذکرہ ابن مفلح الحنبلی فی کتابہ الآداب الشرعیہ وقال اسنادہ جید)

وھب کنانی کی اہلیہ حضرت مہرہ فرماتی ہیں: ''ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے پوچھا ''تم کرایہ کے حمام میں داخل ہونے والی عورتیں ہو؟'' جب انہیں ہاں میں جواب دیا گیا تو انہوں نے اپنی ایک باندی کو بلایا اور نرمی کے ساتھ ہمیں باہر نکلوا دیا۔''

(۸۵) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''عنقریب تمہارے لیے عجم کی سرزمین فتح ہوگی اور تم اس میں ایسے کمرے پاؤ گے جنہیں ''حمام'' کہا جاتا ہوگا ان میں مرد بغیر ازار کے داخل نہ ہوں اور عورتوں کو ان سے منع کرو مگر یہ کہ وہ مریض ہوں یا نفاس کی حالت میں ہوں۔''

(ضعیف: رواہ ابوداؤد (۴۰۱۱) وابن ماجہ (۳۷۴۸))

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''علماء کی جماعت نے مطلق طور پر عورتوں کے حمام میں داخل ہونے کو ممنوع

---

(۱) فائدہ:

امام قرطبیؒ سورۂ نور کی آیت ۳۰ ''ویحفظوا فروجھم'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''اس آیت کی وجہ سے علماء نے بغیر ازار کے حمام میں داخل ہونے کو حرام قرار دیا ہے، پھر انہوں نے اس موضوع پر چند احادیث پیش کی، یہاں تک کہ فرمایا: ''علماء فرماتے ہیں اگر جگہ پوشیدہ ہو تو حمام میں اس شرط کے ساتھ داخل ہونا جائز ہے (۱) علاج یا بخار کے پسینہ سے پاکی حاصل کرنے کے لیے حمام میں داخل ہوسکتا ہے (۲) تنہائی اور لوگوں کی کمی کے وقت میں جانے کی کوشش کرے (۳) کسی موٹے کپڑے سے شرمگاہ کو چھپائے (۴) زمین یا دیوار کی طرف دیکھے تاکہ اس کی نگاہ کسی ممنوعہ چیز پر نہ پڑے (۵) اگر کسی نامناسب چیز کو دیکھے تو اسے نرمی کے ساتھ تبدیل کردے اور کہے: استتر سترک اللہ (پردہ کرے اللہ تیرا پردہ کرے) (۶) اگر کوئی دوسرا اس کے بدن کو ملے تو ستر کے حصہ (ناف سے گھٹنہ تک) سے اجتناب کرے (۷) اجرت معلوم مقررہ اجرت یا عرف عام کی اجرت پر داخل ہو (۸) ضرورت کے مطابق پانی بہائے (۹) اگر حمام میں تنہا داخل

قرار دیا ہے۔ اگر کسی علت کی وجہ سے اس کا جواز ملتا ہے یعنی اگر کوئی ایسی بیماری ہو جو محض حمام میں جا کر نہانے سے ہی ختم ہو یا حیض اور نفاس کی وجہ سے غسل کی ضرورت ہو یا سردی میں غسل کی احتیاج ہو اور پانی کا گرم کرنا ممکن نہ ہو۔"

یہ حکم ہمارے زمانہ کی عورتوں کیلئے تو مشکل ہے کیونکہ انہوں نے شروع سے حمام کو استعمال کیا ہے لیکن عرب عورتوں اور ان عورتوں کے لیے جو حمام کو جانتی بھی نہ ہوں کوئی مشکل نہیں ہے مذکورہ حکم میں شدت چند وجوہات کی بنا پر ہے۔ (۱) اجنبی کے گھر میں داخل ہونا اور خطرہ مول لینا (۲) ستر کا اس حال میں کھولنا کہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ مکمل طور پر پوشیدہ جگہ ہے' لہٰذا جب عورت خطرہ مول لینے اور ستر کے ظاہر ہونے سے مامون ہو اور اس کی حاجت بھی ہو تو بلا کراہت حمام میں جانا جائز ہے اور اگر کوئی حاجت نہ ہو تو یہ کراہت سے خالی نہیں۔ جب عورت حمام میں داخل ہونے کی محتاج ہو اور خدشات سے مامون ہو تو اس کے لیے حمام میں جانا جائز ہے لیکن اس کے لیے کسی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں اور نہ ہی کسی عورت کو اپنی شرمگاہ دکھانا جائز ہے۔ (الآداب الشرعیہ والمنح المرعیۃ' الامام ابن مفلح الحنبلی (۳/۳۲۷)

عورت کا ستر عورت کے لیے وہی ہے جو مرد کا ستر مرد کے لیے ہے یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک جبکہ اکثر جاہل اور بیوقوف عورتیں اپنی ماں' بہن یا بیٹی کی موجودگی میں مکمل ستر یا اس کا بعض حصہ کھلنے کی پرواہ نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو قریبی تعلق والی عورتیں ہیں۔

حضرت قیس بن حارث فرماتے ہیں" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو عبید کو خط لکھا:

ہونے پر قادر نہ ہو تو ایسے لوگوں کے ساتھ جائے جو دینداری کو ترجیح دینے والے ہوں (۱۰) اس گرم پانی کو دیکھ کر جہنم کو یاد کرے۔ اگر مذکورہ شرائط پر عمل نہ کرسکتا ہو تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ مکمل طور پر پردہ کرے اور اچھی طرح نگاہوں کی حفاظت کرے۔ (الجامع الاحکام القرآن لابی عبداللہ القرطبی ۱۲/۲۲۴-۲۲۵)

''اما بعد! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ مسلمان عورتوں یہودی اور عیسائی عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہوتی ہیں وہ ایسے کرنے سے باز آ جائیں کیونکہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے اپنے مذہب کی عورت کے سوا کسی کا ستر دیکھنا جائز نہیں۔''

حضرت عمرؓ نے لفظ ستر سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے جسے ہم نے ذکر کیا (یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک) باقی شرم گاہ کا دیکھنا تو اپنے مذہب کی عورت کیلئے بھی جائز نہیں سوائے خاوند کے۔

محرم شخص کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنی محرم عورتوں کے ان اعضاء کو دیکھ سکتا ہے جو عموماً کھلے ہوتے ہیں جیسے چہرہ، ہتھیلیاں پاؤں اور پنڈلیوں کا کچھ حصہ۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

''میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کوئی آدمی اپنی ماں یا بہن کے سینہ یا پنڈلیوں کو دیکھے اور اگر کوئی آزاد عورت کسی غلام کی مالک بن جائے تو وہ غلام اس کے لیے محرم نہیں اور اس کے لیے عورت کے ان اعضاء کو دیکھنا جائز نہیں جو محرم دیکھ سکتا ہے، یہ نہ تو اس کے ساتھ خلوت اختیار کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ سفر کرسکتا ہے۔''

اجنبی مردوں کے لیے غیر محرم عورتوں کی آواز سننا بھی مکروہ ہے مگر اتنی مقدار سننا جائز ہے جس کی ضرورت ہو کہ کیونکہ بسا اوقات آواز کا سننا بھی فتنہ کا ذریعہ بن جاتا ہے نیز عورت کو بھی اس سے احتیاط کرنا چاہیے۔

باہم جسمانی ملاپ سے اجتناب کی وصیت

(۸۶) حضرت عبداللہؓ کے حوالہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد منقول ہے: ''کوئی عورت کسی دوسری عورت سے ایسا جسمانی ملاپ نہ کرے کہ اپنے خاوند کے سامنے اس کی جسمانی ساخت اس انداز میں بیان کرے کہ گویا یہ

اسے دیکھ رہا ہے۔''

(صحیح: رواہ البخاری (۵۲۴۰) وابوداؤد (۲۱۵۰) والترمذی (۲۷۹۲) واحمد (۳۶۵۹)

شرح حدیث:

امام مبارک پوری ''تحفۃ الاحوذی'' میں فرماتے ہیں:

''عورتوں کو ایسا جسمانی ملاپ کرنے سے منع کیا گیا جس کی وجہ سے ایک عورت دوسری عورت کی جسمانی نزاکت و نرمی کو اپنے شوہر کے سامنے اس طرح بیان کرے کہ گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے اس عمل سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح مرد کا دل غیر عورت کی طرف مائل ہوگا اور فتنہ میں پڑنے کا خدشہ موجود ہوگا اور درحقیقت جس چیز سے منع کیا گیا وہ مذکورہ انداز میں عورت کا وصف بیان کرنا ہے۔''

امام قابسیؒ فرماتے ہیں: ''یہ حدیث سد ذرائع (گناہوں کے دروازوں کو بند کرنا) کے مسئلہ میں امام مالکؒ کے فیصلہ کی بنیاد ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اس مذکورہ طرز میں عورت کی جسمانی کیفیت کو بیان کرنے کی صورت میں خدشہ ہے کہ شوہر کے دل میں اس عورت کی محبت پیدا ہو جائے اور یہ محبت تعریف کرنے والی کی طلاق اور تعریف شدہ عورت کے ذریعہ فتنہ میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بن جائے۔''

امام خطابیؒ فرماتے ہیں:

''امام طیبیؒ کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عورت دوسری عورت کو اس انداز میں نہ دیکھے کہ ساتھ ساتھ اس کو چھو بھی رہی ہو اس طرح کہ اس کے ظاہر یعنی چہرہ اور ہاتھوں کو دیکھے اور ان کے باطن کو چھو کر محسوس کرے اور ان کی نرمی اور نزاکت پر واقف ہو اور پھر اس کی یہ کیفیات اپنے خاوند کے سامنے بیان کرے، اگر کوئی عورت اس کی ان مذکورہ کیفیت کو بیان نہیں کرتی تو اس سے ملنا جائز ہے کیونکہ نفی کا تعلق ان دونوں کاموں کے مجموعہ کے ساتھ ہے۔''

مردوں سے اختلاط کی ممانعت

(۸۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''کیا تمہیں اس بات غیرت نہیں آتی کہ تمہاری عورتیں گھر سے باہر نکلیں۔''

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''کیا تمہیں اس بات سے شرم وحیاء یا غیرت وغصہ نہیں آتا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہاری عورتیں بازار جاتی ہیں اور وہاں طاقتور بھاری بھرکم مردوں سے ان کا اختلاط ہوتا ہے۔'' (حسن: انفرد بہ احمد (۱۱۲۱))

(۸۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں میں وہ بات پیدا ہوتی جو اب ہے تو انہیں (باہر نکلنے سے) منع کر دیا جاتا جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۸۶۹) ومسلم (۴۴۵) وابو داؤد (۵۶۹) و مالک (۴۶۷) واحمد (۲۴۰۸۱))

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نوجوان اور بوڑھی عورتیں عید کی نماز کیلئے آتی تھیں، جب سعید بن العاص نے مجھ سے عورتوں کے نکلنے کے بارے میں سوال کیا تو میں نے یہ رائے دی کہ نوجوان عورتوں کو باہر نکلنے سے منع کر دیا جائے لہٰذا انہوں نے ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ ''عید کے دن کوئی نوجوان عورت (عید کیلئے) نہ نکلے۔''

بچوں پر خرچ کرنے کی فضیلت اور اس کا حکم

(۸۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں ابوسلمہؓ کی اولاد پر مال خرچ کروں حالانکہ وہ میری بھی اولاد ہیں تو مجھے ثواب

ملے گا؟'' حضورؐ نے فرمایا: ''ان پر خرچ کر، تو ان پر جو خرچ کرے گی تجھے اس کا ثواب ملے گا۔

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۴۶۷) ومسلم (۱۰۰۱) واحمد (۲۵۹۷۰)

شرح حدیث:

حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں:

''حضرت ام سلمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے حضرت ابوسلمہؓ کی بیوی تھیں اور حضرت ابوسلمہ سے ان کی اولاد بھی ہوئی جن کے نام یہ ہیں: عمرو، محمد، زینب اور درّہ۔ حدیث میں اس بات کی تصریح موجود نہیں کہ جو مال حضرت ام سلمہ بچوں پر خرچ کررہی تھیں وہ زکوٰۃ کا تھا لہٰذا یتیموں پر خرچ کرنے کا حصول حدیث کی قدر مشترک ہے۔''

(۹۰) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں، ''میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے گھر میں میری ملکیت میں وہی چیز ہے جو حضرت زبیرؓ نے عطا کی ہے کیا میں اس میں سے خرچ کرسکتی ہوں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں تو رزق کو خیرات کرنے سے نہ روک ورنہ تیرا رزق بھی روکا جائے گا اور ایک جگہ فرمایا: تو گن گن کر نہ دے ورنہ تجھے اجر و ثواب بھی گن گن کر دیا جائے گا۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۴۳۳) ومسلم (۱۰۲۹) وابوداؤد (۱۶۹۹) والنسائی (۲۵۵۰)

شرح حدیث:

حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں:

''مذکورہ حدیث میں صدقہ کرنے میں کمی کے خوف سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ برکت کو ختم کرنے کا اہم ترین ذریعہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کرنے پر

بغیر حساب کتاب ثواب دیتے ہیں اور جس چیز کے ساتھ جزا و بدلہ کے وقت حساب نہیں کیا جاتا تو عطا کے وقت بھی حساب نہیں کرنا چاہیے، اور جو شخص اس بات کی چاہت رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے وہاں سے عطا کریں جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا تو اس کو چاہیے کہ خرچ کرے اور حساب نہ کرے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ حدیث میں جس چیز کی نہی وارد ہوئی ہے وہ مال کا جمع کر کے روک لینا اور اسے خرچ نہ کرنا ہے ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ برکت ختم کر دیتے ہیں' رزق کے فائدوں کو روک لیتے ہیں یا آخرت میں اس کا محاسبہ کرتے ہیں۔''

(۹۱) حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم ایک دن مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ تھے' ہم نے ایک آدمی کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ ان سے ملاقات کی اجازت حاصل کرے۔ (انہوں نے اجازت دی) لہٰذا ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے' انہوں نے فرمایا: ''ایک مرتبہ کوئی مانگنے والا میرے پاس آیا اس حال میں کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف فرما تھے، میں نے اس کو کوئی چیز دینے کا حکم دیا پھر اسے بلایا اور اس چیز کو دیکھا (میرے اس عمل کو دیکھ کر) حضور ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تو چاہتی ہے کہ تجھے ہر اس چیز کا علم ہو جو تیرے گھر میں داخل ہو یا باہر جائے۔'' میں نے عرض کیا: ''جی ہاں'' حضورؐ نے فرمایا: اے عائشہ! ایسا نہ کر' اگر تو حساب کر کے خرچ کرے گی تو اللہ تعالیٰ بھی تجھے گن گن کر بدلہ دے گا۔''

(فی اسنادہ لین: رواہ ابوداؤد (۱۷۰۰) والنسائی (۲۵۴۹)

زنا کی مذمت

(۹۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے بڑا غیرت مند کوئی نہیں اس وجہ سے اس نے بے حیائی کے کاموں کو

حرام قرار دیا ہے اور اللہ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۲۲۰) و مسلم (۲۷۶۰) و الترمذی (۳۵۳۰) والدراوردی (۲۲۲۵) واحمد (۳۶۰۵)

(۹۳) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوتے تو اپنے رخ انور کو ہماری طرف پھیر لیتے اور فرماتے: "کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا؟" اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو بیان کر دیتا، حضور ماشاء اللہ فرما دیتے، ایک دن حضورؐ نے ہم سے سوال کیا اور فرمایا: "کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا؟" ہم نے نفی میں جواب دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: "میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے کہ دو آدمی (فرشتے) میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کسی مقدس جگہ لے گئے، ہم تنور نما ایک گڑھے کے پاس سے گزرے جس کا اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا، اس کے نیچے آگ جلی ہوئی تھی جب آگ میں شدت پیدا ہوتی تو وہ لوگ (جو اس کے اندر تھے) اتنا اوپر آ جاتے کہ باہر گرنے لگتے اور جب آگ ہلکی ہوتی تو واپس اس میں چلے جاتے، اور اس تنور میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں، میں نے فرشتوں سے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" انہوں نے کہا: "چلتے رہیں۔"...... اور کہا: "وہ لوگ جو آپ نے گڑھے میں دیکھے ہیں زنا کرنے والے ہیں۔" (صحیح: رواہ البخاری (۱۳۸۶) واحمد (۱۹۵۹۰)

(۹۴) حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب آیت لعان نازل ہوئی تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: "جو عورت کسی قوم میں غلط نسب کے ذریعہ کسی ایسے آدمی کو داخل کرے جو ان میں سے نہ ہو تو اس عورت کو اللہ کی طرف سے (دینداری یا رحمت میں سے) کچھ نہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ اسے ہرگز جنت میں نہ داخل کرے گا، اور جو شخص اپنی اولاد کا انکار کرے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ یہ

اس کی اولاد ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور قیامت کے دن اگلے پچھلے تمام انسانوں کے سامنے اسے رسوا کریں گے۔"

(حسن: رواہ ابوداؤد (۲۲۶۳) والنسائی (۳۴۸۱) والدارمی (۲۲۳۸)

شرح حدیث:

امام خطابیؒ "معالم السنن" میں فرماتے ہیں:

"عورت کے جنت میں نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ نیکوکاروں کے ساتھ ابتداء میں نہ داخل ہوگی بلکہ اسے عذاب ہوگا اور بعد میں داخل ہوگی لیکن اگر کافرہ ہوئی تو کبھی داخل ہو سکے گی۔"

ہم جنس پرستی کی سخت ممانعت

(۹۵) حضرت واثلہ بن اسقع اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما دونوں حضرات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو سکتی جب تک مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے لذت حاصل نہ کرنے لگ جائیں اور عورتوں کا ایک دوسرے سے شرمگاہ کو ملا کر لذت حاصل کرنا زنا ہے۔" (فی مجمع الزوائد (۶/۲۵۶)

حضرت واثلہ بن اسقعؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں۔ "عورتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ شرمگاہ ملا کر لذت حاصل کرنا ان کا باہمی زنا ہے۔"

(ذکرہ ابن حجر الهیثمی فی الزواجر ولم یعزہ لاحد)

ابن عقیلؒ فرماتے ہیں: "جب عورتوں میں باہمی لذت پرستی کی عادت جڑ پکڑ جائے تو انہیں باہم خلوت اختیار کرنے سے روکا جائے گا' ان کا ایک دوسرے کے ساتھ شرمگاہ کو ملانا زنا ہے لیکن اس سے حد واجب نہیں ہوئی بلکہ تعزیر

لازم ہوتی ہے کیونکہ اس میں دخول نہیں ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی کا دوسرے سے فرج کے علاوہ میں وطی کرنا۔" (مطالب اولی النہی ۲۲۱/۶ والمغنی ۶۱/۹)

مردوں کی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں

(۹۶) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور مخنث مردوں پر لعنت فرمائی ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔" عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فلاں شخص کو نکال دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فلاں شخص کو نکال دیا تھا۔"

(صحیح: رواہ البخاری (۵۸۸۶) وابوداؤد (۴۹۳۰) والترمذی (۲۷۸۵) والدارمی (۲۶۴۹)

شرح حدیث:

امام خطابیؒ "معالم السنن" میں فرماتے ہیں:

"مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ روپ و انداز، ہیئت و شکل اور چلنے کے انداز وغیرہ میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنا، نہ کہ رائے کی پختگی اور علم کی وسعت میں، کیونکہ رائے اور علم میں مردوں کی مشابہت اختیار کرنا ان کے حق میں قابل تعریف ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مردوں جیسے رائے رکھنے والی تھیں۔

مخنث مردوں کو نکالنے کا حکم صرف گھروں تک محدود نہیں بلکہ انہیں اپنے علاقوں سے بھی نکال دینا چاہیے، بہت سی احادیث میں مخنث مرد کی عورتوں سے ملاقات کرنے کے بارے میں ممانعت وارد ہوئی ہیں اور عورتوں کو بھی اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ ہیجڑوں کے سامنے بے نقاب ہوں، یعنی ہیجڑوں کا حکم پردہ کے سلسلہ میں جنسی

توانائی رکھنے والے اور عورتوں میں رغبت کے حامل مردوں کی طرح ہے جیسا کہ خصی اور مقطوع الذکر شخص کا حکم ہے۔

(۹۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

(صحیح: رواہ البخاری (۵۸۸۶) وابوداؤد (۴۰۹۷) والترمذی (۲۷۸۴) وابن ماجۃ (۱۹۰۴) واحمد (۲۲۶۳)

شرح حدیث:

امام طبریؒ فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کے لیے اس لباس اور زینت و زینت میں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا درست نہیں اور نہ ہی اس کے برعکس (یعنی عورتوں کیلئے بھی مردانہ لباس و زیب زینت جائز نہیں) اسی طرح بولنے اور چلنے کے انداز میں بھی ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا جائز نہیں۔ البتہ لباس کا انداز ہر شہر کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے بعض علاقوں میں لباس میں عورتوں اور مردوں میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا اور عورت پردہ کے ذریعہ مرد سے ممتاز ہوتی ہے۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ کلام اور چلنے کے انداز میں تشبیہ کی مذمت ان لوگوں کے لیے ہے جو جان بوجھ کر ایسا کریں لیکن اگر کسی میں فطرتاً یہ چیز پائی جائے تو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ بتکلف تدریج کے ساتھ انہیں چھوڑنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ اس تشبیہ کو چھوڑنے کی کوشش نہیں کرتا اور مسلسل آگے بڑھتا ہے تو وہ بھی اس مذمت میں داخل ہوگا۔ خاص طور پر اس وقت جب اس کی جانب سے کوئی ایسی بات سامنے آئے جو اس تشبیہ پر اس کے راضی ہونے کی دلیل ہو۔

امام نوویؒ حدیث کے حکم کو مطلق قرار دیتے ہیں (یعنی مطلق طور پر عورتوں کی

مشابہت اختیار کرنے والا مرد اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت خواہ جان بوجھ کر ہو یا فطرتاً دونوں اس حدیث کے تحت آتے ہیں) اور پیدائشی مخنث کو حدیث میں آنے والی ملامت کا حقدار نہیں ٹھہراتے، لیکن اس اطلاق کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ وہ شخص اس مشابہت کو چھوڑنے کی کوشش کے باوجود اس کے چھوڑنے پر قادر نہ ہو تو وہ ملامت زدہ نہ ہوگا، لیکن اگر کسی شخص کے لیے مشابہت کو چھوڑنا ممکن ہو اگرچہ تدریج کے ساتھ ہی ہو، اس کا بلا عذر چھوڑنا ملامت کا باعث ہوگا' اس کے لیے علامہ طبریؒ نے اس بات سے استدلال کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہیجڑوں کو عورتوں کے سامنے آنے کی ممانعت کا حکم اس وقت تک نہیں دیا جب تک کہ ہیجڑہ کی زبان سے عورتوں کی تعریف و توصیف میں خوب مبالغہ آمیز گفتگو نہ سن لی' تو اس سے معلوم ہوا کہ جو پیدائشی طور پر غیر جنس مشابہت رکھنے والا ہو اس پر کوئی ملامت نہیں۔''

ابن تینؒ فرماتے ہیں: ''عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والوں سے مراد وہ مرد ہیں جو انداز و ہیئت اور روپ رنگ میں عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں سے مراد وہ عورتیں جو مردوں کے انداز و ہیئت کو قصداً اختیار کرنے والی ہوں۔''

شیخ ابو محمد بن ابی جمرۃؒ فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے):

''اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ہر چیز میں مخالف جنس کی مشابہت ممنوع ہے لیکن دوسرے دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تشبیہ سے مراد انداز و ہیئت اور بعض صفات و حرکات میں مشابہت اختیار کرنا ہے نہ کہ امور خیر کی مشابہت اختیار کرنا (کیونکہ یہ تو مستحسن ہے)۔''

مزید فرماتے ہیں:

''حضور اقدس ﷺ کی جانب سے صادر ہونے والی لعنت کی دو قسمیں ہیں

(۱) جس چیز کے سبب سے لعنت وارد ہوئی اس کے بارے میں زجر و توبیخ کے طور پر لعنت

کرنا' یہ لعنت خطرے سے خالی نہیں کیونکہ کسی گناہ پر لعنت کا واقع ہونا اس کے کبیرہ ہونے کی علامت ہے (۲) کسی کام میں نقصان کے پیش نظر اس پہ لعنت کرنا اور یہ خطرہ سے خالی ہے کیونکہ یہ اس شخص کے حق میں رحمت ہے جس پر لعنت کی گئی بشرطیکہ وہ شخص اس کا مستحق نہ ہو' جیسا کہ امام مسلمؒ فرماتے ہیں، "اس لعنت کی حکمت غیر کی مشابہت کے ذریعہ خود کو اس حالت سے نکالنا ہے جس پر احکم الحاکمین نے اس کو پیدا کیا ہے اور اسی کی طرف بال لگوانے والی عورتوں پر لعنت میں۔" "المغیرات خلق الله" (اللہ کی پیدا کردہ حالت کو بدلنے والی) کہہ کر اشارہ کیا گیا۔"

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بنو عبدالمطلب کے پاس تھے کہ ایک عورت بکریاں چراتے ہوئے گردن پر کمان لٹکائے ہوئے حاضر ہوئی' عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا' "تو مرد ہے یا عورت؟" پھر وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والوں مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

(۹۸) ابن ابی ملیکہؒ فرماتے ہیں کہ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ "ایک عورت مردوں والا جوتا پہنتی ہے' اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "رسول اللہ ﷺ نے مردانہ پن اختیار کرنیوالی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔" (صحیح: رواہ ابوداؤد' ۴۰۹۹)

(۹۹) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مخنث مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور تنہا جنگل میں سفر کرنے والے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔"

(ضعیف: رواہ ابن ماجہ (۱۹۰۳) واحمد (۷۷۹۵)

(۱۰۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کا

لباس پہننے والے مردوں اور مردوں کا لباس پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔" (صحیح: رواہ ابوداؤد (۴۰۹۸) واحمد (۸۱۱۰)

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

"عورت کے والدین اور اس کے دوسرے گھر والوں کے مناسب نہیں کہ عورت سے اپنے لیے شوہر سے زیادہ ایثار و قربانی کرنے کا مطالبہ کریں کیونکہ وہ طبعاً شوہر کی طرف زیادہ مائل ہوگی اور حضور ﷺ نے اس کی خبر بھی دی ہے لہٰذا وہ اس بارے میں مجبور ہے۔"

(۱۰۱) حضرت حمنہ بنت جحش کو بتلایا گیا کہ ان کے بھائی شہید ہوگئے تو انہوں نے کہا: اللہ ان پر رحم کرے، انا للہ وانا الیہ راجعون" پھر ان کو اطلاع ملی کہ ان کے شوہر بھی شہید ہوگئے" وہ بے تاب ہو کر بولیں "ہائے میرا غم" یہ حالت دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا "عورت کے لیے خاوند کی محبت کا ایک ایسا حصہ ہے جو کسی اور چیز کے لیے نہیں۔" (ضعیف: رواہ ابن ماجہ (۱۵۹۰)

بچیوں کی تربیت اور پرورش کی ترغیب

(۱۰۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں: "جس شخص پر بیٹیوں کی طرف سے کوئی آزمائش آئی اور اس نے صبر کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کی آڑ ہوں گی۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۴۱۸) ومسلم (۲۶۲۹) والترمذی (۱۹۱۳) واحمد (۲۳۵۳۵)

(۱۰۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، "جس شخص کی بھی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے جنت میں داخل ہوگا۔"

(حسن: رواہ ابوداؤد (۵۱۴۷) والترمذی (۱۹۱۲)

(۱۰۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں وہ انہیں پناہ عطا کرے اور ان پر رحم کرے اور ان کی کفالت کرے تو یقیناً جنت اس پر واجب ہے۔'' کسی نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اگر دو ہوں تو پھر؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر دو ہوں پھر بھی جنت واجب ہے۔'' راوی کہتے ہیں: ''لوگوں نے یہ خیال کیا کہ اگر کوئی ایک کا کہتا تو حضور ﷺ ایک لڑکی کی پرورش پر بھی جنت کے واجب ہونے کا ارشاد فرماتے۔''

(حسن: رواہ احمد فی مسندہ (۱۳۸۳۵) واوردہ الشیخ الالبانی (۲۶۷۹)

(۱۰۵) حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''جس شخص کی کوئی بیٹی ہو اور وہ اس کو عمدہ آداب سکھائے اور اس کی بہترین تعلیم و تربیت کرے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں خرچ کرے تو وہ لڑکی اس شخص کے لیے جہنم سے بچاؤ کی آڑ اور پردہ ہوگی۔''

(رواہ الطبرانی والخرائطی فی مکارم الاخلاق عن ابن مسعود)

(۱۰۶) حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جس شخص کی تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر صبر کرے اور ان کو کھلائے پلائے اور اپنی طاقت کے بقدر انہیں پہنائے تو وہ جہنم سے بچاؤ کی آڑ ہوں گی۔''

امور خانہ داری بجالانے کی فضیلت

(۱۰۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کچھ عورتیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! مرد تو اللہ کے راستہ میں جہاد کی وجہ سے اجر و ثواب لے گئے، ہمارے لیے ایسا کون سا عمل ہے، جس کے ذریعہ ہم اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب حاصل کرلیں؟''

حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کسی کا اپنے گھر کے کام کاج کو سرانجام دینا اللہ کے راستہ میں جہاد کے برابر ہے۔“

(رواہ ابویعلی والبزار والطبرانی مجمع الزوائد (۴/۳۰۳))

ہمسایوں کے حقوق کا تحفظ اور تبادلہ تحائف کی نصیحت

(۱۰۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ”اے مسلمان عورتوں! کوئی اپنی پڑوسن کے لیے کسی ہدیہ کو کم نہ سمجھے اگرچہ بکری کی کم گوشت والی ہڈی ہی کیوں نہ ہو۔“

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۶۰۱۷) ومسلم (۱۰۳۰) والترمذی (۲۱۳۱) واحمد (۷۵۳۷))

شرح حدیث:

حافظ ابن حجرؒ ”فتح الباری“ میں فرماتے ہیں:

”اس حدیث میں کسی معمولی چیز کے ہدیہ کرنے اور اس کے قبول کرنے کا مبالغہ ہے‘ حقیقتاً بکری کی کم گوشت والی ہڈی دینا مقصود نہیں، کیونکہ عام طور پر یہ کسی کو بطور ہدیہ کے نہیں دی جاتی‘ اس حدیث کا معنی ہے کہ کوئی عورت اپنی پڑوسن کے لیے اپنے پاس موجود ہدیہ کو اس کی قلت کی بنا پر نہ روکے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ جو میسر ہوا سے غنیمت سمجھے‘ اگرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو‘ اس لیے کہ یہ بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ یہ حکم اس عورت کے لیے ہے جسے ہدیہ دیا گیا یعنی وہ اس چیز کو حقیر نہ سمجھے جو اسے ہدیہ میں دی گئی خواہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو۔ بہرحال دونوں عورتوں (ہدیہ کرنے والی اور ہدیہ قبول کرنے والی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے)۔

ایک روایت اس معنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ”اے مومن عورتوں! ہدیہ کرو اگرچہ بکری کی ایک کم گوشت والی ہڈی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ہدیہ

محبت پیدا کرتا اور کینوں کو دور کرتا ہے۔''

اس حدیث میں ہدیہ کرنے کی ترغیب ہے اگر چہ کسی معمولی چیز کا ہی کیوں نہ ہو' اس لیے کہ قیمتی چیز تو ہر وقت میسر نہیں ہوسکتی اور جب کسی معمولی چیز کا بار بار ہدیہ کیا جائے گا تو وہ قیمتی بن جائے گی اور اس میں محبت کو چاہنا اور تکلف کو ختم کرنا ہے۔''

اسقاط حمل جرم عظیم ہے

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نکاح کی وضع اور اس کا مقصد اولاد کو حاصل کرنا ہے اور ہر پانی (منی) سے اولاد نہیں ہوتی۔''

لہٰذا جان بوجھ کر حمل کو ساقط کرنا نکاح کی حکمت کے مخالف ہے اور اگر اسقاط حمل روح پھونکے جانے سے پہلے ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ یہ بچہ کامل اور تام ہونے والا تھا لیکن اس کا گناہ روح پھونکے جانے والے بچہ کے اسقاط سے کم ہے لیکن جب کوئی عورت روح پھونکے جانے کے بعد اسقاط حمل کرے گی تو یہ مومن کے قتل کے زمرہ میں ہوگا' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''وَإِذَا الْمَوْءُ دَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ'' (سورۃ التکویر آیت:۸) یعنی زندہ دفن کی جانے والی بچی سے (قیامت کے دن) پوچھا جائے گا کہ اسے کس گناہ کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔''

(کذافی زادالمسیر للمولف فی تفسیر ھذہ الایۃ (۹/۴۰) وتفسیر القرطبی (۱۹/۲۳۳)

جویریہ بن اسماء فرماتے ہیں کہ ان کے چچا نے بیان کیا:

''میں ایک مرتبہ حج کے ارادہ سے نکلا اور میں ایک جماعت میں تھا' ہم نے ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا۔ ہمارے ساتھ ایک عورت تھی وہ سوگئی تھی کہ اچانک وہ بیدار ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ اس پر لپٹا ہوا ہے اور اپنے سر اور دم کو اس کے پستانوں کے درمیان جوڑا ہوا ہے' اس منظر نے ہمیں دہشت زدہ کردیا' لہٰذا ہم آگے چل پڑے اس حال

میں کہ وہ سانپ مسلسل اس پر لپٹا ہوا تھا۔ سانپ نے اس عورت کو مارا نہیں تھا یہاں تک کہ جب ہم حدود حرم میں داخل ہوئے تو سانپ زمین پر دوڑتا ہوا مکہ میں داخل ہو گیا۔ ہم نے حج ادا کیا اور واپس لوٹے یہاں تک کہ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں وہ سانپ اس سے لپٹا تھا، یہاں پہنچ کر اس سانپ سے سیٹی ماری تو وادی سے بہت سے سانپ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو اتنا ڈسا کہ صرف اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں، میں اس لڑکی سے پوچھا جو اس کے ساتھ تھی کہ ہمیں اس کے بارے میں بتا، اس نے کہا: اس نے تین مرتبہ بدکاری کی اور جب بھی اس کے ہاں بچہ ہوتا یہ یہ تنور بھڑکا کر بچہ کو آگ میں ڈال دیتی تھی۔"

امور آخرت سے متعلق احکامات صبر کے فضائل

(۱۰۹) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: "ایک مرتبہ کچھ انصاری لوگوں نے حضور ﷺ سے کچھ مانگا، حضور ﷺ نے عطا فرما دیا، انہوں نے پھر کچھ مانگا حضور ﷺ نے عطا فرما دیا، یہاں تک کہ جب حضور ﷺ کے پاس عطا کرنے کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو آپ نے فرمایا "میرے پاس ایسی کوئی قابل قدر چیز موجود نہیں جو میں نے تم سے چھپا کے رکھی ہو اور جو شخص پاکباز رہنا چاہتا ہے اللہ اسے پاکباز رکھتا ہے، جو بے نیاز رہنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز رکھتا ہے، اور جو صبر کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کرتا ہے، اور کسی شخص کو صبر سے زیادہ قیمتی اور دل کو مطمئن کرنے والی کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۴۶۹) ومسلم (۱۰۵۳) وابوداؤد (۱۶۴۴) الترمذی (۲۰۲۴) والنسائی (۲۵۸۸) ومالک (۱۸۸۰) والدارمی (۱۶۴۶) واحمد (۱۰۷۰۷)

شرح حدیث:

امام خطابی ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث سے حضور ﷺ کی سخاوت اور اللہ کے حکم کو زندہ کرنے کا جذبہ ظاہر ہوتا ہے اور اس حدیث میں مانگنے والے کو دو مرتبہ عطا کرنا' اس سے معذرت کرنا اور اسے سوال کرنے سے روکنے کی ترغیب دینے کا درس بھی ملتا ہے' اس کے ساتھ ساتھ کسی ضرورت کے لیے مانگنے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے اگرچہ سوال کو چھوڑنا اور صبر کرنا زیادہ بہتر ہے' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے مانگے بغیر رزق عطا فرما دیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص خود کو عفیت رکھے گا اور سوال نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے عفت عطا فرمائیں گے۔ عفت سے مراد ممنوعات سے حفاظت کرنا ہے یعنی جو شخص تھوڑے رزق پر قناعت کرے گا اور سوال کو ترک کردے گا، تو اس کے لیے اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا آسان ہو جائے گا' جو ایک ایسا خزانہ ہے کہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ جو شخص بے نیاز بننا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز بنا دیتے ہیں یعنی اس کے دل کو غنی کردیتے ہیں۔ اس لیے کہ اصل غنی اور مالداری دولت واسباب کا نام نہیں بلکہ حقیقی مالدار وہ ہے جس کا دل غنی ہے' اور جو شخص صبر کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا فرماتے ہیں یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق طلب کرتا ہے' اپنے نفس کو صبر کرنے کا عادی بناتا ہے' اور صبر کی سختیوں کو برداشت کرنے کی تکلیف اٹھاتا ہے (تو اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا فرما دیتے ہیں)۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان تعمیم بعد التخصیص یعنی ایک چیز کو عمومیت کے انداز میں بیان کرنے کے بعد اس میں خصوصیت پیدا کرنا ہے کیونکہ صبر اطاعت پر ہوتا ہے اور معصیت سے اجتناب پر بھی' آزمائش میں بھی ہوتا ہے اور اس طرح مانگنے سے پرہیز کرنے پر بھی صبر کا اطلاق ہوتا ہے اور لوگوں کے مالوں پر نگاہ نہ رکھنا بھی صبر میں داخل ہے کہ وہ اپنی غربت کے کڑوے گھونٹ پیئے اور اپنی اس حالت کا شکوہ اپنے رب کے علاوہ کسی سے نہ کرے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اشعث بن قیسؒ سے فرمایا: ''اگر تو ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ صبر نہیں کرے گا تو جانوروں کی طرح غم برداشت کر کے تسلی پالے گا۔''

حضرت حکیمؒ نے ایک مصیبت زدہ شخص کو خط لکھا: ''تیری نعمت تو ضائع ہوگئی لیکن تو اس کے بدلہ میں ملنے والے اجر کو ضائع نہ کرنا۔''

حضرت حکیم یہ بھی فرماتے ہیں: ''بے صبری فوت شدہ چیز کو واپس نہیں لاسکتی البتہ مصیبت پر خوش ہونے والے کیلئے آسانی کر دیتی ہے۔''

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''عقل مند مصیبت کے پہلے دن وہ کام کرتا ہے جو بیوقوف مصیبت پڑنے کے پانچ دن بعد کرتا ہے۔''

(کذافی الزواجر لابن حجر الہیثمی (۱/۱۶۲) وفی الکبائر للذھبی ص: ۲۰۸)

ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں: ''یہ بات یقینی ہے کہ وقت کا گزرنا مصیبت کی تکلیف کو ہلکا کر دیتا ہے' اسی وجہ سے شریعت نے پہلے صدمہ کے وقت یعنی مصیبت نازل ہوتے ہی صبر کرنے کا حکم دیا ہے۔''

(۱۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کسی قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا ''اللہ سے ڈر اور صبر کر'' اس عورت نے (لاعلمی کی وجہ سے) کہا: ''مجھ سے دور چلے جاؤ' تم اس مصیبت کا شکار نہیں ہوئے جو مجھ پر نازل ہوئی' لہٰذا تمہیں اس کا علم نہیں ہے'' اسے کسی نے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہیں لہٰذا وہ حضور ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئی اور وہاں کسی پہرہ دار کو نہ پایا اور عرض کیا: ''میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''صبر تو پہلے صدمہ کے شروع یعنی مصیبت کے نازل ہونے کے وقت ہوتا ہے۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۲۸۳) ومسلم (۹۶۲) وابوداؤد (۳۱۲۴) والترمذی (۹۸۸) والنسائی (۸۶۹) وابن ماجہ (۱۵۹۶) واحمد (۱۲۰۴۹))

شرح حدیث:

حافظ ابن حجرؒ ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں:

''جب وہ عورت حضور ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوئی اور وہاں کسی پہرہ دار یا دربان وغیرہ کو نہ پایا''۔ یہ جملہ دراصل اس عورت کے حضور ﷺ کو نہ پہچاننے کی علت اور سبب کو بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے تواضعاً اپنے لیے کسی دربان کا انتظام نہیں کروایا حالانکہ اس کی قدرت بھی رکھتے تھے' اس طرح آپ ﷺ چلتے وقت لوگوں سے آگے چلنے کی چاہت نہ کرتے تھے جیسا بادشاہوں اور جاہل اہل عہدہ ومنصب لوگوں کی عادت تھی' اس وجہ سے عورت نے حضور ﷺ کو نہیں پہچانا' مزید یہ کہ وہ انتہائی غم والم کی حالت میں مبتلا تھی۔''

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں: اس جملہ کا فائدہ یہ ہے کہ جب اسے بتایا گیا کہ یہ نبی اکرم ﷺ ہیں تو اس کا دل خوف وہیبت سے سرشار ہو گیا' اور اس نے یہ تصور کیا کہ یہ تو بادشاہوں کی طرح ہوں گے کہ ان کے لیے دربان اور پہرے دار ہوں گے جو بادشاہ کی ملاقات سے منع کریں گے لیکن اس نے معاملہ اپنے خیال کے برعکس پایا۔

مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی وارد ہے کہ ''صبر تو مصیبت کے اولین صدمہ میں ہوتا ہے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مصیبت نازل ہوتی ہے تو اولین درجہ میں دل پر بے صبری کے جذبات حملہ کرتے ہیں اس موقع پر صبر کرنا ہی صبر کامل ہے جس پر ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔''

امام خطابیؒ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ قابل تعریف اور لائق جزا صبر وہ ہے جو مصیبت کے نازل ہوتے ہی کیا جائے بخلاف اس صبر کے جو بعد میں ہو کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مصیبت کا درد تسلی پا جاتا ہے۔'' امام خطابیؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ''آدمی کو مصیبت پر ثواب نہیں ہوتا کیونکہ

مصیبت کا نازل ہونا اس کے اختیار سے نہیں بلکہ اسے اس مصیبت میں ثابت قدمی اور صبر کی وجہ سے ثواب ملتا ہے۔''

ابن بطال فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہلاکت کی مصیبت اور اجر کا فقدان جمع نہیں ہو سکتے (یعنی جب بھی کسی چیز کی ہلاکت کا نقصان پہنچے گا اس کا اجر ضرور حاصل ہوگا)۔''

امام طیبیؒ فرماتے ہیں: ''عورت کے قول ''میں نے آپ کو نہیں پہچانا تھا'' کے جواب میں حضور ﷺ کا ارشاد ''صبر تو مصیبت کے اولین صدمہ میں ہوتا'' ایک ایسا انداز کلام ہے کہ پر حکمت شخص کے اسلوب گفتگو کا حصہ ہے' گویا کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں ''تو معذرت نہ کیونکہ میں اللہ کے معاملہ کے علاوہ کسی بات پر غصہ میں نہیں آتا' تجھے چاہیے کہ تو اپنے نفس کا دھیان کر۔''

زین بن منیرؒ فرماتے ہیں: اس جواب کا فائدہ یہ ہے کہ جب اس عورت نے حضور ﷺ کے حکم پر تقویٰ اور صبر کو اختیار کیا اور حضور کی اطاعت کی اور اپنے اس قول پر معذرت چاہی جو غم کی حالت میں اس سے صادر ہوا تھا تو حضور ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ صبر تو صدمہ اولیٰ میں ہوتا ہے، اس صبر کا حق یہ تھا کہ مصیبت کے شروع میں اس کا اہتمام کیا جاتا اور یہی وہ صبر ہے جس پر اجر وثواب کا وعدہ ہے۔''

اس حدیث سے عورت کے قبرستان میں جانے کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس کی بے صبری کو دیکھ کر اسے صبر اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا جبکہ اسے گھر سے نکلنے پر کسی قسم کی تنبیہ اور ممانعت نہ فرمائی۔ اس حدیث میں مذکورہ فوائد کے علاوہ اور بھی بہت سے فائدے ہیں' جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضور ﷺ کی تواضع' عاجزی اور انکساری کی عظیم الشان مثال (۲) حضور ﷺ کا جاہل کے ساتھ نرمی فرمانا (۳) مصیبت زدہ کے ساتھ ہمدردی کرنا اور اس کے عذر کو قبول کرنا (۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم پکڑنا اور اس کا اہتمام کرنا (۵) اس

حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کوئی ایسا دربان یا پہرہ دار مقرر کرے جو لوگوں کو ان کی ضروریات اور مسائل کے حل کیلئے قاضی سے ملاقات کرنے سے روک دے (۶) اس واقعہ میں حضور ﷺ نے اس عورت کو تقویٰ اور صبر کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے صبری شریعت کی منھیات سے ہے (۷) اس حدیث میں نصیحت اور وعظ کے وقت تکلیف کو برداشت کرنے کی ترغیب موجود ہے (۸) اس حدیث سے ایک فائدہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ خطاب کا رخ جب تک مخاطب کی طرف نہ ہوگا خاص اور اثر حاصل نہیں ہوسکتا (۹) اس حدیث سے قبرستان کی زیارت کے جواز کا استدلال کیا گیا ہے زیارت کرنے والا مرد ہو یا عورت اور جس کی قبر کی زیارت کی جارہی ہے وہ مسلمان ہو یا کافر کیونکہ اس حدیث میں تفصیل بیان نہیں کی گئی۔ صاحب حاویؒ کے نزدیک کافر کی قبر کی زیارت کرنا درست نہیں۔

تنبیہ:

''مصنفؒ نے قبرستان کی زیارت کے احکامات کو دوسرے احکامات سے مقدم رکھا کیونکہ زیارت کا وقوع بار بار ہوتا ہے لہٰذا اسے دوسرے احکامات کے لیے اصل اور چابی قرار دیا۔

خواتین کے صبر کے حیرت انگیز واقعات

(۱) ابان بن ثعلب فرماتے ہیں: ایک اعرابیہ خاتون کا بیٹا بیمار تھا، جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس نے بچہ کی آنکھیں بند کیں پھر پیچھے ہوئی اور کہا: یہ بچہ جس نے عافیت کا لباس اوڑھ لیا اور جس پہ نعمتوں کی بارش ہوگئی اور جس پر نظر رحمت لمبی ہوگی، اس بات کا حقدار نہیں کہ اس کی گرہِ کفن کھلنے سے پہلے اور اس کے اپنے مقام میں اترنے سے پہلے اس کو اپنے نفس پر اعتماد کرنے سے عاجز

کر دیا جائے۔" یہ سن کر دیہاتی شخص بولا، "ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ عورتیں بے صبری ہی کیا کرتی ہیں، لیکن تیرا صبر بہت عظیم الشان ہے"

(۲) منفوسہ بنت زید خوارس کے بیٹے کا انتقال ہو گیا' بچہ ان کی گود میں تھا' اس غم و الم کی حالت میں وہ گویا ہوئیں: "خدا کی قسم! تیرا مجھ سے آگے چلا جانا میرے ساتھ دنیا رہ جانے سے زیادہ محبوب ہے اور میرا تیری وفات پر صبر کرنا بے صبری کرنے سے زیادہ دشوار ہے۔"، اور اگر تیری جدائی حسرت کا سبب ہے تو تیری وجہ سے ملنے والا ثواب تیری جدائی سے بہتر ہے۔"

(۳) بصرہ میں ایک آدمی کی نظر ایک خوبصورت عورت پر پڑی تو اس نے کہا: "میں نے آج تک ایسی شادابی اور حسن نہیں دیکھا اور یقیناً یہ حسن غموں کی کمی کی وجہ سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔" اس کا یہ کلام سن کر وہ خاتون گویا ہوئی: "اے اللہ کے بندہ! مجھے تو ایسا غم لاحق ہے جس میں کوئی انسان میری برابری نہیں کر سکتا" وہ آدمی کہنے گا" "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس عورت نے جواب دیا: "ایک مرتبہ عید کے دن میرے خاوند نے بکری ذبح کی' میرے دو بچے کھیل رہے تھے' میرے بڑے بیٹے نے چھوٹے سے کہا: "میں تجھے بتاؤں کہ ابو نے بکری کیسے ذبح کی ہے؟" چھوٹے بیٹے نے ہاں میں جواب دیا تو بڑے نے چھوٹے کو ذبح کر دیا' جب اس نے چیخ ماری تو بڑا بیٹا ڈر کر بھاگ گیا اور ایک پہاڑ میں جا کر چھپ گیا وہاں ایک بھیڑیئے نے اس کو کھا لیا' اس کا والد بچہ کی تلاش میں گیا اور پیاس کی وجہ سے اس کا بھی انتقال ہو گیا' اور زمانہ نے مجھے تنہا چھوڑ دیا۔" اس شخص نے خاتون سے پوچھا: "اس المناک حادثہ پر تو نے کیسے صبر کیا؟" وہ بولی: "اگر میں بے صبری میں کوئی چیز پاتی تو کبھی ان کے بارے میں غمگین نہ ہوتی۔"

(انظر الحکایۃ بتمامہا فی کتاب احیاء علوم الدین للغزالی ۱۰/۳۶۰)

میت پر آنسو بہانے کا جواز اور ماتم کرنے کی ممانعت

(۱۱۱) عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی نے کہا: ''اے ابن مظعون! تجھے جنت کی مبارک ہو'' رسول اللہ ﷺ نے انہیں غصہ سے دیکھا اور فرمایا: ''تجھے اس بات سے کس نے آگاہ کر دیا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں مجھے نہیں معلوم کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور عثمان بن مظعون کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟'' اس عورت نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! وہ تو آپ کے شاہسوار اور ساتھی ہیں۔'' یہ بات رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر بہت شاق گزری کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے بہترین صحابہ میں سے ایک تھے' لیکن جب حضرت رقیہ بنت محمد ﷺ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا' ''(اے رقیہ) ہمارے بہترین ساتھی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جا۔'' راوی کہتے ہیں کہ حضرت رقیہ کے انتقال پر عورتیں رونے لگیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کوڑے کی ضربیں لگائیں' ان کا یہ عمل دیکھ کر حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''ان کو رونے دے اور انہیں چاہیے کہ یہ شیطانی آوازوں سے اجتناب کریں۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دل کا غم اور آنکھ کے آنسو رحمت کی وجہ سے اور اللہ کی جانب سے ہیں اور ہاتھ سے ماتم کرنا اور زبان سے نوحہ کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ قبر کے دھانے تشریف فرما ہوئے' اس حال میں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پہلو میں بیٹھی تھیں، وہ رونے لگی تو حضور ﷺ نے شفقت فرماتے ہوئے اپنے کپڑے سے ان کے آنسو پونچھے۔'' (ضعیف: انفرد بہ احمد' ۳۰۹۳)

نوحہ کرنے کی مذمت

(۱۱۲)　حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: ''میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں وہ نہ چھوڑیں گے (۱) خاندانوں پر فخر کرنا (۲) لوگوں کے نسب میں طعن اندازی کرنا (۳) ستاروں کے ذریعہ بارش طلب کرنا (یعنی ستاروں کو بارش برسانے میں موثر کہنا) (۴) نوحہ کرنا'' اور فرمایا'' نوحہ کرنے والی اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اسے اس حال میں کھڑا کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کرتہ اور خارشی اوڑھنی ہوگی۔''

(صحیح: رواہ مسلم (۹۳۴) وابن ماجہ (۱۵۸۱) واحمد (۲۲۳۹۶)

(۱۱۳)　حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ'' میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں لوگ نہ چھوڑیں گے (۱) نوحہ کرنا (۲) خاندانوں کے بارے میں لعن طعن کرنا (۳) بیماری کے متعدی ہونے کا عقیدہ رکھنا یعنی ایک اونٹ خارش زدہ ہو تو اس نے سو اونٹوں کو خارش زدہ کر دیا اگر یہ بات ہے تو پہلا اونٹ کس نے خارش زدہ کیا؟ (۴) اور یہ اعتقاد رکھنا کہ بارش ستاروں کی گردش سے ہوتی ہے۔''

(حسن: رواہ الترمذی (۱۰۰۱) واحمد (۱۰۴۲۸) واوردہ الشیخ الالبانی فی سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ برقم (۷۳۵))

ماتم کرنے کی مذمت

(۱۱۴)　حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ'' رسول اللہ ﷺ نے چہرہ پیٹنے والی، گریبان پھاڑنے والی اور موت وہلاکت مانگنے والی (یعنی نوحہ کرنے

والی) عورت پر لعنت فرمائی ہے۔"

(حسن: رواہ ابن ماجہ (۱۵۸۵) وابن حبان فی صحیحہ (۷۳۷) واوردہ الشیخ الالبانی رحمہ اللہ فی سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ برقم (۲۱۴۷)

(۱۱۵) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں اپنے بیٹے ابرہیم رضی اللہ عنہ کے پاس لئے گے اور انہیں اس حال میں پایا کہ وہ انتقال کر چکے تھے، حضور ﷺ نے انہیں اٹھایا اور اپنی گود مبارک میں رکھ دیا، حضور ﷺ کی آنکھوں سے موتی ٹپکنے لگے، اور اس منظر کو دیکھ کر عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے عرض کیا: "آپ بھی روتے ہیں حالانکہ آپ نے (میت پر) رونے سے منع کیا ہے" حضور ﷺ نے فرمایا: "نہیں بلکہ میں نے تو دو بدترین اور احمقانہ آوازوں سے منع کیا ہے ایک وہ آواز جو مصیبت کے وقت چہروں کو پیٹنے اور گریبانوں کو پھاڑنے کے ساتھ ہو اور دوسری شیطانی پکار اور گریہ زاری۔"

حسن لغیرہ: رواہ الترمذی (۱۰۰۵) والحاکم فی المستدرک (۴/۱۴۱)

نوحہ کرنے والی عورتوں کی کمائی کی حرمت کا حکم

حمید بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: "میں حسن بن صالح کی خدمت میں حاضر تھا کہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور ان سے سوال کیا: "آپ اس نوحہ کرنے والی عورت کے بارے میں کیا کہتے ہیں جسے میں نے اپنے گھر میں ٹھہرا رکھا ہے؟" (یعنی کیا میرے لئے اسے اپنے گھر میں ٹھہرانا جائز ہے؟) حضرت حسن بن صالحؒ نے نفی میں جواب دیا، وہ عورت گئی اور دوبارہ لوٹ آئی اور عرض کیا: "آپ اس کی کمائی کے بارے میں کیا کہتے ہیں حالانکہ وہ توبہ کر چکی ہے؟" حضرت حسنؒ نے فرمایا: "وہ تمام کمائی ان کے مالکوں کو لوٹا دی جائے" اس عورت

نے کہا میں ان کے مالکوں کو نہیں جانتی" حضرت حسن بن صالح نے فرمایا: "پھر ساری کمائی صدقہ کر دے" یہ سن کر وہ عورت بھی رونے لگی اور اس کے ساتھ موجود تمام لوگ سوائے حضرت حسن بن صالح کے سب رونے لگے، حضرت حسنؒ اس دوران زمین کو کریدنے لگے' پھر اس سے فرمایا: اللہ کا خوف وتقویٰ اختیار کر" اس عورت نے کہا، "کیا وہ روپے میں اپنی بہن پر خرچ کرسکتی ہوں یا اسے دے سکتی ہوں؟" حضرت حسنؒ نے فرمایا: نہیں بلکہ انہیں صدقہ کر دے۔"

نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت کا انجام بد

(۱۱۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: نوحہ کرنے والی اپنی قبر سے خستہ حال اور پراگندہ بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ نکلے گی، اس پر گناہوں کی چادر اور لعنت کی اوڑھنی ہوگی اور اس نے اپنے ہاتھ سر پر رکھے ہوں گے اور اس کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوں گے: "یاویلتاہ! (ہائے میری ہلاکت)" (جہنم کا داروغہ) مالک کہے گا: "آمین" اور پھر اسے جہنم کے حوالے کر دیا جائے گا۔"

(۱۱۷) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول انور ﷺ نے نوحہ کرنے والی اور نوحہ سننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔"

(ضعیف: رواہ ابوداود (۳۱۲۸) واحمد (۱۱۲۲۸))

شرح حدیث

نوحہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں امام خطابیؒ نے "معالم السنن" میں چند اقوال ذکر کیے ہیں' وہ فرماتے ہیں:

"نوحہ کرنے سے مراد ہے کہ عورت کا میت پر رونا اور اس کی خوبیوں اور محاسن کا تذکرہ کرنا، ایک قول یہ ہے کہ نوحہ کرنے سے مراد ایسا رونا جو آواز کے ساتھ ہو' اور

حدیث میں اس سے مراد وہ رونا ہے جو کسی کے مر جانے یا دنیاوی نقصان کے باعث ہو' اس سے حدیث میں منع کر دیا گیا ہے' البتہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اونچی آواز سے رونا نہ صرف جائز بلکہ عبادت ہے۔

اس حدیث میں نوحہ سننے والی عورت کو بھی شریک گناہ کیا گیا ہے جیسا کہ غیبت کرنے والا اور غیبت سننے والا دونوں شریک گناہ ہوتے ہیں اور قرآن پڑھنے والا اور قرآن سننے والا دونوں ثواب اور اجر میں شریک ہوتے ہیں۔''

(۱۱۷) عبداللہ بن عمرو، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں: ''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نوحہ کرنے والی اور اس کے ارد گرد بیٹھ کر نوحہ سننے والی عورتوں پر اللہ کی طرف سے لعنت، فرشتوں کی طرف سے لعنت اور تمام انسانیت کی طرف سے لعنت ہے۔''

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک گھر سے رونے کی آواز سنی، آپ اس گھر کے اندر تشریف لے گئے' ان کے ساتھ حضرت عنزہ بھی تھے، وہ اندر داخل ہو کر (بطور سزا کے) ان لوگوں کو مارنے لگے' یہاں تک کہ نوحہ کرنے والی عورت کے پاس پہنچے' اور اس کو اتنا مارا کہ اس کا دوپٹہ بھی نیچے گر گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اسے مارو، یہ نوحہ کرنے والی ہے اس کو سزا دینے میں کوئی حرمت نہیں، یہ تمہارے غم میں شریک ہو کر نہیں روتی، بلکہ تمہارے دراہم کے حصول کے لئے تمہارے آنسو بہاتی ہے، یہ تمہارے مردوں کو قبروں میں تکلیف دیتی ہے' اور تمہارے زندہ لوگوں کو گھروں میں اذیت پہنچاتی ہے، یہ تمہیں صبر کرنے سے منع کرتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ تمہیں بے صبری کرنے پر ابھارتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بے صبری سے منع فرمایا ہے۔''

(الزواجر، ۱، ۱۶۰، فی الکبائر للذھبی ص: ۲۰۱)

اولاد کی تربیت میں مشغول بیوہ کی فضیلت

(۱۱۸) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور (اپنے یتیم بچوں کی خاطر محنت ومشقت برداشت کر کے) گالوں کو سیاہی مائل کر لینے والی عورت قیامت کے دن اس طرح ہوں گے، (اس دوران حضور ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی ملا کر اشارہ فرمایا) یعنی وہ عورت جو حسب نسب والی خوبصورت تھی لیکن بیوہ ہوگئی اور اس نے اپنے یتیم بچوں کی خاطر (مشقت یا صبر کی بنا پر) خود کو شادی سے روکا، یہاں تک کہ بچے بڑے ہوگئے یا فوت ہوگئے۔''

(ضعیف: رواہ ابوداوٗد (۵۱۴۹) واحمد (۲۳۴۸۶) والبخاری فی لادب المفرد)

شرح حدیث

امام خطابیؒ ''معالم السنن'' میں فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کے فرمان'' گالوں کو سیاہ کرنے والی عورت قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ ہوگی'' سے مراد یہ ہے کہ وہ عورت بچوں کی پرورش میں ایسی مشغول ہوئی کہ اس نے شادی نہ کی' اور شادی نہ کرنے کی وجہ سے اسے زیب وزینت کی ضرورت نہ رہی' حضور ﷺ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عورت قیامت کے دن درجات میں حضور ﷺ کے ساتھ ہوگی' حالانکہ انبیاء کے درجات ساری مخلوق کے درجات سے بلند وبرتر ہیں' اور خاص طور پر حضور ﷺ کے درجہ تک تو کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قول سے حضور ﷺ اس عورت کے درجات کی بلندی میں مبالغہ بیان فرمانا چاہتے ہیں، اور حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں کو الگ الگ رکھ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے لوگوں کے درجات جنت میں فرق ہے اور بخاری شریف کی روایت میں ''فرج بینھما'' کا لفظ ہے یعنی حضور

ﷺ نے دونوں انگلیوں کو کشادہ رکھا، اس سے بھی درجات کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بیوہ عورت کی صفات میں حسب ونسب والی خوبصورت ہونے کی قید احترازی نہیں یعنی اس سے ان عورتوں کو نکالنا مقصود نہیں جو ایسی نہ ہوں بلکہ محض اس عورت کے ثواب کے کمال کو بیان کرنا ہے کہ اس عورت نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کو ترجیح دی اور نکاح نہیں کیا حالانکہ یہ ایسی صفات کی حامل تھی جو ہر شخص کو مرغوب ہیں۔

''یتیم'' کی تعریف اور حقیقت کے بارے میں محدثین نے بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے، کہ انسانوں میں ''یتیم'' اس نابالغ بچہ کو کہا جائے گا جس کا باپ فوت ہو جائے، اور جانوروں میں ''یتیم'' وہ بچہ ہو گا جس کی ماں فوت ہو جائے، کیونکہ انسانوں کے نابالغ بچوں کے نان نفقہ کی ذمہ داری باپ پر ہے جبکہ جانوروں میں بچوں کے دودھ اور غذا کا انتظام ماں کرتی ہے۔

جس بچہ کے والدین فوت ہو جائیں اسے ''لطیم'' کہتے ہیں' اور جس بچہ کی ماں کا انتقال ہو جائے اسے ''عَجِی'' کہتے ہیں۔

امام ابن الجوزیؒ فرماتے ہیں:

''حضور ﷺ کے قول'' سیاہی مائل رخساروں والی عورت'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت بچوں کی تربیت کی خاطر شادی نہ کرے اور خاوند نہ ہونے کی بنا پر زیب وزینت اختیار نہ کرنے کی وجہ سے اس کے رخساروں پر خاکی پن چھا جائے۔''

جنازوں کے پیچھے جانے کی ممانعت کا حکم

(۱۱۹) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''حضور اقدس ﷺ نے ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا لیکن ہم پر اس حکم میں سختی نہیں فرمائی۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۲۷۸) ومسلم (۹۳۸) وابو داؤد (۳۱۶۷) وابن ماجہ (۱۵۷۷) واحمد (۲۶۷۵۸)

شرح حدیث

حافظ ابن حجرؒ ''فتح الباری'' میں فرماتے ہیں:

''حضرت ام عطیہؓ کے قول ''حضور نے اس حکم میں ہم پر سختی نہیں فرمائی'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضور ﷺ دوسرے احکامات میں تاکید فرمایا کرتے تھے اس طرح اس حکم میں ممانعت نہیں فرمائی، گویا کہ حضرت ام عطیہؓ نے یوں کہا کہ ''حضور ﷺ نے حرام قرار دیئے بغیر جنازوں کے پیچھے جانے کو ہمارے لئے مکروہ قرار دیا۔''

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت ام عطیہؓ کے سیاق کلام سے تو عورتوں کے لئے جنازہ کے پیچھے جانے کا مکروہ تنزیہی ہونا معلوم ہوتا ہے' اور یہی جمہور علماء کا مسلک ہے جبکہ امام مالکؒ اس کے جواز کے قائل ہیں' لہٰذا مدینہ کے علماء کا یہی قول ہے اور جواز کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے کہ حضور ﷺ ایک جنازہ میں تھے، حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو دیکھا تو اسے ڈانٹ کر سخت آواز میں پکارا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اسے چھوڑ دے۔''

امام مہلبؒ فرماتے ہیں: ''حضرت عطیہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حکم بھی درجات ہوتے ہیں۔''

امام داودیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت ام عطیہؓ کے قول'' ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے منع کیا'' کا مطلب یہ ہے کہ ہم قبرستان تک مردوں کے ساتھ پیچھے پیچھے جانے سے منع کیا اور اس حکم میں تاکید نہیں فرمائی'' یعنی ہم جنازہ کے پیچھے جائے بغیر میت کے گھر والوں کے پاس جا کر ان سے تعزیت کریں اور میت کے لئے رحم کی دعا کریں۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو کہیں سے واپس آتے دیکھا تو فرمایا: ''آپ کہاں سے آ رہی ہیں؟'' حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا ''میں فلاں لوگوں کے پاس ان کی میت کے لئے دعا رحمت

کرنے گئی تھی'' حضور ﷺ نے دریافت کیا: ''تو کیا آپ ان کے ساتھ سنسان جگہ (قبرستان) تک بھی گئی تھیں؟'' حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا: ''نہیں، میں وہاں نہیں گئی۔'' اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے تعزیت کرنے پر کوئی وعید نہ فرمائی البتہ قبرستان جانے پر نکیر و نہی کا معاملہ فرمایا۔''

محبّ طبریؒ فرماتے ہیں: حضرت ام عطیہؓ کے قول ''ہم پر اس حکم میں تاکید نہیں فرمائی'' کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسے مردوں کے لئے جنازہ کے پیچھے جانے پر قیراط کا وعدہ کیا اس طرح ہمارے لئے ترغیب نہیں فرمائی۔

(۱۲۰) حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب حضور انور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عورتوں کو ایک مکان میں جمع کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیجا' وہ آئے اور انہوں نے عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہاری طرف اللہ کے رسول کا قاصد ہوں' مجھے اللہ کے رسول نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ میں تم سے بیعت لوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گی'' (اور آخر میں فرمایا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جوان عورتیں بھی عید کی نماز کیلئے نکلیں' اور ہمیں جنازہ کے لیے نکلنے سے منع کیا۔''

﴿چند متفرق امور کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتیں﴾

حمل ساقط ہو جانے پر اجر و ثواب

(۱۲۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''حمل میں ساقط شدہ بچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کے بارے میں جھگڑے گا' یہاں تک کہ اسے یہ کہا جائے گا: ''اے اپنے رب سے جھگڑنے والے ساقط شدہ بچے! اپنے والدین کو جنت میں داخل کردے۔'' لہٰذا وہ ان دونوں کو اپنی ناف کے کٹے ہوئے حصہ سے کھینچے گا اور جنت میں داخل کردے گا۔''

(ضعیف: انفرد بہ ابن ماجۃ من بین اصحاب الکتب التسعۃ (۱۶۰۸))

معمولی گناہوں سے بچنے کا حکم

(۱۲۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور انور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی' اس نے بلی کو باندھ دیا اور اسے کھانے کے لیے کچھ نہ دیا اور نہ ہی اس کو آزاد چھوڑا کہ وہ زمین کے چھوٹے جانور کھا لیتی۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۳۳۱۸) ومسلم (۲۲۴۲) والدارمی (۲۸۱۴))

شرح حدیث:

حافظ ابن حجر ''فتح الباری'' میں تحریر فرماتے ہیں:
''جس عورت کا مذکورہ حدیث میں ذکر ہے اس کا تعلق ''حمیر'' قبیلہ سے تھا' اور ایک روایت کے مطابق اس کا تعلق ''بنی اسرائیل'' سے تھا' لیکن ان دونوں روایات میں

کوئی تضاد نہیں کیونکہ قبیلہ حمیر والے یہودیت میں داخل ہوگئے تھے۔اس لیے کبھی انہیں ان کے قبیلہ ''حمیر'' کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کبھی ان کے دین یعنی بنی اسرائیل کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔''

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں یہ احتمال پایا جا رہا ہے کہ یہ عورت کافرہ ہو اور اسے حقیقۃً عذاب دیا گیا یا اس کے ساتھ ہونے والے حساب کتاب کو عذاب سے تعبیر کیا گیا، کیونکہ جس شخص کا حساب دیا گیا اسے عذاب میں مبتلا کر دیا گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عورت کافرہ ہو اور اسے کفر کی وجہ سے عذاب دیا گیا ہو اور بلی کو تکلیف دینے کی وجہ سے اسے زیادہ عذاب دیا گیا ہو۔

امام نوویؒ یہ فرماتے ہیں کہ ''زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ عورت مسلمان تھی اور اسے اس گناہ کی وجہ سے عذاب ہوا۔''

اس حدیث سے بلی اور اس جیسے دوسرے جانوروں کو پکڑ کر باندھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے جبکہ اس کو کھلانے پلانے میں غفلت نہ برتی جائے۔اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بلی کس کی ملکیت نہیں ہوتی لیکن اسے باندھنے والے پر اسے کھلانا پلانا واجب ہے، اور اس حدیث سے اس بات پر بھی دلالت ملتی ہے کہ جانور کا نفقہ اس کے مالک پر لازم ہے۔

(امام نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح بیان کی ہے جو مذکورہ بیان کردہ شرح کا خلاصہ ہے' لہٰذا اسے دوبارہ ذکر نہیں کیا جا رہا)

(۱۲۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''فلاں عورت اپنی نمازوں' روزوں اور صدقہ کرنے کی کثرت میں مشہور ہے لیکن وہ پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے'' حضور ﷺ نے فرمایا ''یہ عورت جہنمی ہے۔'' پھر اس شخص نے پوچھا ''دوسری عورت اپنے صدقہ' نماز اور روزے کی کمی میں معروف ہے لیکن

وہ پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کرتی ہے' اور اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی''
حضور ﷺ نے فرمایا: ''وہ عورت جنتی ہے۔''

(صحیح: رواہ البخاری فی الادب المفرد) باب ٦٦' حدیث ۱۱۹) و احمد (۹۳۸۳)
واوردہ الھیثمی فی مجمع الزوائد (۱۶۹/۸)

(۱۲۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ نے سورج گرہن کی نماز پڑھی (پھر نماز کے بعد) فرمایا'' دوزخ مجھ سے اتنی نزدیک ہوئی کہ میں کہنے لگا'' ''اے پروردگار! کیا میں بھی دوزخ والوں میں سے ہوں؟'' میں نے اس میں ایک عورت کو دیکھا' راوی کہتے ہیں کہ میرے گمان کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ایک بلی اسے نوچ رہی تھی' آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کیا مسئلہ ہے؟ فرشتوں نے کہا: اس نے دنیا میں بلی کو باندھے رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی۔''

(صحیح: رواہ البخاری (۲۳۶۴) وابن ماجہ (۱۲۶۵)

شرح حدیث:

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: ''مذکورہ حدیث میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ اس عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا اور یہ کبیرہ گناہ ہے کہ اس نے بلی کو باندھے رکھا اور اس عمل پر اصرار کیا یہاں تک کہ بلی مرگئی اور یہ بات فقہ وغیرہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ صغیرہ گناہ پر اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے۔''

اولاد کے درمیان انصاف کی ترغیب

(۱۲۵) حضرت عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر کھڑے فرماتے ہوئے سنا کہ: ''میرے والد نے مجھے ایک عطیہ دیا' تو عمرہ

بنت رواحہ نے کہا: ''میں اس وقت تک راضی نہیں جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں گواہ نہ بناؤ'' میرے والد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''میں اپنے بیٹے کو ہدیہ دیا جو (میری بیوی) عمرہ بنت رواحہ سے ہے، لیکن عمرہ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو گواہ بناؤ۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے اپنے سب بچوں کو ایسا ہدیہ دیا ہے؟'' انہوں نے منفی جواب دیا' تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو۔''

حضرت عامر فرماتے ہیں کہ وہ واپس آئے اور اپنا عطیہ واپس لے لیا۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (٢٥٨٧) ومسلم (١٦٢٣) وابوداؤد (٣٥٤٢) والترمذی (١٣٦٧) والنسائی (٣٦٧٢) و ابن ماجہ (٢٣٧٥) و مالک (١٣٧٣) واحمد (١٧٩٠٢))

شرح حدیث:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے میں اولاد کے درمیان برابری کرنا ضروری ہے اور ان میں سے ہر ایک کو برابر حصہ عطا کرے اور کسی کو کسی پر فضیلت نہ دے اور لڑکیوں اور لڑکوں میں بھی مساوات سے کام لے' بعض علماء فرماتے ہیں کہ لڑکوں کو لڑکیوں کا دوگنا دیا جا سکتا ہے کیونکہ میراث میں ''لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْن'' (لڑکوں کے لیے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے) لڑکوں کو دوگنا حصہ دیا گیا ہے۔

اولاد اور خاوند کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت

(١٢٦) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''

اونٹ پر سوار عورتوں (یعنی عرب عورتوں) میں سے بہترین قریش کی وہ نیک عورتیں ہیں جو اپنے چھوٹے بچوں پر زیادہ شفقت کرنے والی اور خاوند کے مال کی خوب حفاظت کرنے والی ہوں۔"

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۵۰۸۲) ومسلم (۲۵۲۷)

شرح حدیث:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "فتح الباری" میں فرماتے ہیں:

"(بخاری میں) انبیاء علیہم السلام کی احادیث کے آخر میں حضرت مریم علیہا السلام کے ذکر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت آئی ہے جس کے آخر الفاظ یہ تھے کہ "حضرت مریم علیہا السلام کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔" گویا کہ اس حدیث میں اونٹوں پر سوار ہونیوالی عورتوں کا ذکر کر کے افضلیت سے حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کو نکالنا مقصود ہے کیونکہ وہ کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئی، لہٰذا قریش کی عورتوں کو حضرت مریمؑ پر فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مریم علیہا السلام ایک صاحب فضیلت خاتون ہیں اور اگر ان کا نبی ہونا ثابت ہو تو وہ قریش کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اور اگر ان کا نبی ہونا ثابت نہ ہو تو قریش کی اکثر عورتوں سے افضل ہیں۔

فضائل کے باب میں ایک حدیث آتی ہے جس میں ارشاد ہے کہ "تمام عورتوں میں بہترین حضرت مریم علیہا السلام ہیں اور تمام عورتوں میں بہتر خدیجہ رضی اللہ عنہ ہیں"۔ یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل اور بہتر ہے۔

اس حدیث کی شرح میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس فضیلت سے حضرت مریم علیہا السلام کو نکالنے کی ضرورت نہ ہو کیونکہ پوری جماعت کی فضیلت سے ہر ہر فرد کی فضیلت لازم نہیں آتی۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کے قول میں اونٹوں پر سوار ہونے

والی عورتوں سے عرب عورتیں مراد ہیں اس لیے کہ ان میں اکثر اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں اور یہ بات تو معلوم شدہ ہے کہ عربوں کو غیر عرب فضیلت حاصل ہے لہٰذا اس حدیث سے عرب عورتوں کی دوسری عورتوں پر مطلقاً فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں قریشی عورتوں سے نکاح کی ترغیب ہے اِس میں حضرت مریم علیھا السلام یا کسی اور عورت کی طرف تعرض کرنا مقصود نہیں۔

اس حدیث سے مختلف فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(۱) اس حدیث میں معزز عورتوں سے اور خاص طور پر قریشی عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب ہے' اور اس ترغیب کا تقاضا یہ ہے کہ جس عورت کا خاندان جتنا اعلیٰ ہوگا اس سے نکاح کرنے کا استحباب بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا (۲) کفاء ت میں نسب کا اعتبار کیا جائے گا (۳) غیر قریشی قریشی عورتوں کا کفو نہیں بن سکتا (۴) اس حدیث سے بچوں پر نرمی شفقت عمدہ تربیت اولاد کی خدمت' خاوند کے مال کی حفاظت اور امور خانہ داری میں حسن تدبیر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے (۵) اس حدیث سے خاوند کے لیے بیوی پر خرچ کرنے کی مشروعیت بھی حاصل ہوتی ہے۔

بددعا کرنے سے ممانعت

(۱۲۷) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "حضور ﷺ حضرت ابوسلمہؓ کے پاس تشریف لائے، اس حال میں کہ ان کی آنکھیں چندھیا چکی تھیں (یعنی ان کی روح نکل گئی تھی) حضور ﷺ نے ان کی آنکھیں بند کیں اور فرمایا: "جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں بھی بصارت سے محروم ہوجاتی ہیں۔" پھر ابوسلمہ کے گھر کے کچھ لوگ آہ و بکا کرنے لگے' حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے لیے صرف خیر کی دعا کرو کیونکہ جو تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔''

(صحیح: رواہ مسلم (۹۲۰) وابوداؤد (۳۱۱۸))

(۱۲۸) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم نہ اپنے لیے بد دعا کرو نہ اپنی اولاد کے لیے' نہ اپنے خادموں کے لیے اور نہ ہی اپنے مالوں کے ضیاع کے لیے' تم اللہ تعالیٰ سے اس وقت کے حصول کی موافقت نہ کرو جس میں قبولیت ہو اور تمہاری بد دعا قبول ہو جائے۔''

(صحیح لغیرہ: رواہ ابوداؤد (۱۵۳۲))

حمل کی حالت میں وفات پر ثواب کا وعدہ

(۱۲۹) حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے، اوران کو اس حال میں پایا کہ ان کی جان نکل چکی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: '' اے ابو ربیع! تجھے ہم سے نہ چاہتے ہوئے بھی لے لیا گیا ہے۔'' عورتیں چیخنے چلانے اور آہ و بکا کرنے لگیں، تو ابن عتیک نے انہیں خاموش ہونے کا حکم دیا انکے اس عمل کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں چھوڑ دو' جب واجب ہو گیا تو کوئی رونے والی نہ روئے۔'' لوگوں نے پوچھا: ''وجوب سے کیا مراد ہے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''موت'' عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے عرض کیا: '' (اے ابا جان) میں امید کرتی ہوں کہ آپ شہید ہوں گے کیونکہ آپ نے جہاد کا سامان تیار کر رکھا ہے' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت عبداللہ کو اس کی نیت کے بقدر اجر عطا فرمائے گا تم کس

چیز کو شہادت خیال کرتے ہو؟'' لوگوں نے عرض کیا: ''اللہ کے راستہ میں قتل ہوجانے کو'' حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں قتل ہونے کے علاوہ شہادت (حکمیہ) کی سات صورتیں ہیں (۱) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے (۲) طاعون سے مرنے والا شہید ہے (۳) غرق ہوکر مرنے والا شہید ہے (۴) کسی دیوار وغیرہ کے نیچے آکر مرنے والا شہید ہے (۵) پھوڑے سے مرنے والا شہید ہے (۶) جل کر مرنے والا شہید ہے (۷) حاملہ ہونے کی حالت میں مرجانے والی عورت شہید ہے'' (دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت جو کنواری (غیر شادی شدہ) مرجائے وہ شہید ہے۔''

(حسن: رواہ ابوداؤد (۳۱۱۱) والنسائی (۱۸۴۶) وابن ماجہ (۲۸۰۳) ومالک (۵۲۲)

شرح حدیث:

امام خطابی ''معالم السنن'' میں مذکورہ حدیث کی تشریح میں چند اور روایات جو اس موضوع سے متعلق ہیں درج فرماتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''شہداء پانچ ہیں ایک وہ شخص جو طاعون کی وجہ سے مرے، دوسرا وہ شخص جو پیٹ کی بیماری سے مرے' تیسرا وہ شخص جو ڈوب کر مرے' چوتھا وہ شخص جو کسی دیوار وغیرہ کے نیچے آکر مرے، اور پانچواں وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں جان دے کر شہید ہو۔''

(۲) ایک روایت میں آتا ہے'' جو شخص اللہ کے راستہ میں قتل ہو وہ بھی شہید ہے اور جس کا اللہ کے راستہ میں انتقال ہو جائے وہ بھی شہید ہے''

(۳) ابو عسیب رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جبرئیل میرے پاس بخار اور طاعون لے کر آئے میں نے بخار کو مدینہ میں روک لیا اور

طاعون کو شام کی طرف بھیج دیا' طاعون میری امت کے مسلمانوں کیلئے شہادت اور کافروں کیلئے عذاب ہے''۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''میری امت طاعون اور فتنہ وفساد کی وجہ سے ختم نہ ہوگی'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! فتنہ وفساد کو تو ہم پہچانتے ہیں یہ طاعون کونسی بیماری ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اونٹ کی گلٹیوں جیسی گلٹی ہے' طاعون زدہ علاقہ میں ٹھہرنے والا شہید کی طرح ہے اور اس سے بھاگنے والا میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے۔''

(۵) ایک روایت میں آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: میری امت فتنہ وفساد طاعون سے ختم نہ ہوگی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''فتنہ وفساد کو تو ہم پہچانتے ہیں، طاعون کیا چیز ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ پھوڑا ہے جو بغل اور پیٹ کے نرم حصہ میں نکلتا ہے، طاعون کی بیماری طاعون زدہ لوگوں کے اعمال کا تزکیہ اور مسلمانوں کے لیے شہادت ہے۔''

لوگوں کی خفیہ باتیں سننے کی ممانعت

(۱۳۰) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو ایسے لوگوں کی باتوں کو کان لگا کر سنے جو اسے (سنانا) ناپسند کرتے ہوں، قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا، اور جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے اسے عذاب دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ایک معمولی سے چھوٹے بال کو گرہ لگائے، اور جو شخص تصویر بنائے گا اس بات کا پابند کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے حالانکہ وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا۔''

(صحیح: رواہ البخاری (۵۰۲۴) والترمذی (۱۷۵۱) والدارمی (۲۷۰۸) واحمد (۲۲۱۴))

والدین اور خاص طور پر والدہ سے حسن سلوک کی ترغیب

(۱۳۱) بہز بن حکیمؒ کے حوالہ سے منقول ہے کہ ان کے دادا نے حضور ﷺ سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''تیری ماں'' انہوں نے پھر پوچھا: ''ماں کے بعد کون؟'' فرمایا'' پھر تیری ماں'' انہوں نے پوچھا: ''پھر کون؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''تیری ماں'' جب انہوں نے چوتھی مرتبہ پوچھا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ' پھر قریبی رشتہ دار اور پھر ان کے بعد والے رشتہ دار۔''

(حسن: رواہ ابوداؤد (۵۱۳۹) والترمذی (۱۸۹۷) واحمد (۱۹۵۲۴)

شرح حدیث:

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی ترغیب موجود ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق ان سب پر مقدم ہے' اور ماں کے بعد باپ کا حق ہے اور ان دونوں کے بعد باقی رشتہ داروں کا اور ان میں قرب کا اعتبار ہوگا۔ علماء فرماتے ہیں ماں کے حق کو مقدم رکھنے کی وجہ بچہ کی خاطر اس کا مشقت جھیلنا' بچہ پر شفقت اور اس کی خدمت کرنا ہے' قرآن مجید میں اس تاویل کی طرف اشارہ ملتا ہے ''حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا '' (ماں بچہ کو مشقت کے ساتھ اٹھائے پھرتی ہے اور مشقت کے ساتھ اسے جنتی ہے اس بچہ کا حمل اور دودھ چھڑوانا تیس مہینہ میں ہے) لہٰذا عورت کے لیے حق کے تین حصہ اس کی ان مشقتوں کے مقابلہ میں لائے گئے (۱) حمل کی مشقت (۲) جننے کی تکلیف (۳) دودھ پلانے کی خدمت۔''

دین کی سمجھ کے حصول اور علم کے طلب کرنے کی ترغیب

(۱۳۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے حائضہ عورت کے غسل کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ”حائضہ عورت پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعہ خوب اچھی طرح پاک صاف ہو، پھر پانی کو سر پر بہائے اور اس طرح ملے کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر اپنے اوپر پانی بہائے اور مشک لگے ہوئے روئی کے ٹکڑے سے صفائی حاصل کرے۔ حضرت اسماءؓ نے عرض کیا: ”وہ عورت اس روئی کے ٹکڑے سے کیسے پاک ہوگی۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”عجیب بات ہے حالانکہ تو اس سے پاک ہو جائے گی۔ حضرت عائشہؓ نے آہستگی کے ساتھ اس عورت سے کہا: تو خون کے مقام پر اس کو لگا۔ اور انہوں نے حضور ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”پانی کے ذریعہ پاک صاف ہونے میں اچھی طرح مبالغہ کر اور پھر اپنے سر پر پانی ڈال کر اس طرح مل لے کہ بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے اور پھر اپنے اوپر پانی بہا لے۔“ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”انصاری عورتیں بہترین عورتیں ہیں، انہیں حیاء نے دین کا علم حاصل کرنے سے نہیں روکا۔“

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۳۱۴) ومسلم (۳۳۲) وابوداؤد (۳۱۴) والنسائی (۲۵۱)
وابن ماجہ (۶۴۲) والدارمی (۷۷۳) واحمد (۲۴۶۲۱))

(۱۳۳) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتے‘ جب عورت کو احتلام ہو تو کیا اس پر غسل واجب ہے؟“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جب وہ پانی دیکھ لے (تو اس پر غسل

واجب ہے)، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا ''تیرا ناس ہو اس کا بچہ کس وجہ سے اس کے مشابہ ہوتا ہے۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۱۳۰) ومسلم (۳۱۳) والترمذی (۱۲۲) والنسائی (۱۹۵)

وابن ماجہ (۶۰۰) واحمد (۲۵۹۶۴))

شرح حدیث:

امام نوویؒ ''شرح مسلم'' میں فرماتے ہیں:

''حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے قول'' اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتے'' کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتے اور اللہ تعالیٰ نے مچھر اور اس جیسی حقیر چیزوں کی مثالیں بیان فرمائی جیسا کہ ارشاد ہے۔

''اِنَّ اللّٰہَ لَایَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا.''

ترجمہ:

''اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتے کہ مچھر یا اُس سے بھی کم تر چیز کی مثال بیان کریں۔''

ام سلیم رضی اللہ عنہا یہ عرض کرنا چاہتی تھیں کہ جب اللہ تعالیٰ نہیں شرماتے تو میں بھی اس چیز کے متعلق سوال کرنے سے نہیں شرماؤں گی جس کی مجھے ضرورت ہے۔

بعض علماء نے ان کے اس قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ'' اللہ تعالیٰ حق کے معاملہ میں شرم کا نہ تو حکم دیتے ہیں اور نہ ہی اسے جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ بات انہوں نے اس چیز کے متعلق سوال سے پہلے معذرت کے طور پر کہی جو انہیں پیش آئی، اور جس امر کی انہیں ضرورت تھی، اور ایسا سوال کرنے سے عورتیں بیشتر اوقات شرم محسوس

کرتی ہیں، باقی رہی یہ بات کہ مردوں کے سامنے ایسا سوال کرنے میں کیا علت ہے؟ تو اس میں اس بات کا درس ہے کہ جس شخص کو کوئی مسئلہ پیش آئے تو اس کے لیے مناسب ہے کہ اس کے متعلق سوال کرے، اور شرم و حیا کو آڑ بنا کر اس مسئلہ کے دریافت کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے کیونکہ یہ حقیقی حیاء نہیں، اس لیے کہ حیاء سراپا خیر ہے اور حیاء خیر ہی کو پیدا کرتی ہے اور اس کیفیت میں سوال کرنے سے رکنا خیر نہیں بلکہ شر ہے تو یہ چیز حیا حقیقی کیسے ہوسکتی ہے؟''

عورتوں سے نرمی کرنے کا حکم

(۱۳۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کے پاس ایک حدی خواں تھا جس کا نام ''انجشہ'' تھا، اس کی آواز بہت خوبصورت تھی، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اے انجشہ! خیال کرو اور شیشے کی بوتلوں (یعنی کمزور دل عورتوں) کو نہ توڑ۔''

(متفق علیہ: رواہ البخاری (۶۲۱۱) ومسلم (۲۳۲۳) واحمد (۱۱۶۳۰))

شرح حدیث:

امام نوویؒ ''شرح مسلم'' میں رقم طراز ہیں کہ:

''عورت کو نزاکت اور کمزوری میں شیشہ کی بوتل سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ شیشہ کی بوتل بھی کمزور اور جلدی ٹوٹ جانے والی ہوتی ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انجشہ خوبصورت آواز والے تھے اور عورتوں کو حدی، اشعار اور عشقیہ باتیں سناتے تھے جس کی وجہ سے ان کے فتنہ میں پڑنے کا خوف تھا، لہٰذا حضور ﷺ نے انجشہ کو ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔''

جھوٹ بولنے کی ممانعت

(۱۲۵) حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ سہیلی تھی جس نے انہیں تیار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، میرے ساتھ چند عورتیں اور بھی تھیں' حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں ''کہ حضور ﷺ کے پاس مہمان نوازی کے لیے صرف ایک پیالہ تھا جس میں دودھ تھا، انہوں نے خود پیا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش کیا، انہیں شرم محسوس ہوئی (اور انہوں نے انکار کیا) ہم نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو واپس نہ لوٹا اور اس کو پکڑ لے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرماتے ہوئے وہ پیالہ پکڑا اور اس میں سے پی لیا' حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس میں سے اپنی سہیلیوں کو بھی پلا۔''[1] ہم نے عرض کیا: ''ہمیں چاہت نہیں ہے۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔'' حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کوئی کسی چیز کی طلب اور چاہت رکھتی ہو اور کہے کہ میں چاہت نہیں رکھتی تو کیا یہ بھی جھوٹ ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ کو اعمال نامہ میں جھوٹ لکھا جاتا ہے اور چھوٹے جھوٹے کو چھوٹا جھوٹ لکھا جاتا ہے۔''

(ضعیف: رواہ احمد (۲۶۹۲۵)

بچوں سے بھی جھوٹ نہ بولنے کی تاکید

(۱۲۶) عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میرے بچپن میں ایک مرتبہ حضور

[1] حدیث کی اصل عبارت میں ''قدح'' کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے ''بڑا پیالہ'' یعنی اتنا بڑا پیالہ جس میں بہت سے لوگ پی سکیں، اس لئے یہ اشکال نہ ہو کہ ایک پیالہ سب کے لئے کیسے کافی ہو گیا۔ (مترجم)

اقدس ﷺ میرے گھر تشریف لائے' میں کھیلنے کیلئے گھر سے باہر نکلا' میری والدہ نے مجھے آواز دی، ''اے عبداللہ! ادھر آ تجھے ایک چیز دوں۔'' حضور ﷺ نے میری والدہ سے فرمایا۔'' تو اسے کیا چیز دینا چاہتی ہے؟'' انہوں نے عرض کیا۔''میں اسے ایک کھجور دوں گی۔'' حضور ﷺ نے فرمایا:''اگر تو اسے کچھ نہ دینے کا ارادہ کرتی تو تیرے اعمال نامہ میں جھوٹ لکھا جاتا۔''

(صحیح: رواہ ابوداؤد (۴۹۹۱) واحمد (۱۵۲۷۵))

شرح حدیث:

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روتے ہوئے بچوں کو چپ کروانے کے عام طور پر لوگ ہنسی کے یا جھوٹ کے ایسے کلمات بول دیتے ہیں جس میں کسی چیز سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے یا کسی چیز کے عطا کرنے کی لالچ ہوتی ہے، ایسا کرنا حرام ہے اور جھوٹ میں داخل ہے۔

تمت الترجمۃ بفضل اللہ تعالیٰ

ابن سرور محمد اویس

۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

۲۳ اپریل ۲۰۰۵ء